جلد نمبر 33 شمارہ 3 رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مارچ 2020ء

بانی کردہ
قائد اہل سنت وکیل صحابہ امام شریعت و طریقت
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین
تحریک خدام اہل سنت پاکستان

زیر نگرانی
جانشین قائد اہل سنت
حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ
امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان

جلسہ سیرت النبی ﷺ
بسلسلہ دستار بندی حفاظ کرام
مدرسہ اہل سنت حیات النبی جامع مسجد حق چار یار
8 مارچ اتوار
حبیب الرحمن سومرو
محمد ظہور الحسین اظہر
عبد الرزاق
محمد عثمان

پبلشر حافظ محمد مسعود نے افضل شریف پرنٹرز سے چھپوا کر ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

اھدنا الصراط المستقیم (اداریہ) ═══ امیر تحریک مدظلہ کے قلم سے

تاریخ پاکستان کا ایک سنہری باب

حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ ☆

برصغیر کی سرزمین پر ناجائز اور ظالمانہ و جابرانہ قبضہ مکمل کر لینے کے بعد استخلاصِ وطن کے لیے چلنے والی تحریک آزادی میں علماءِ دیوبند نے جو مرکزی اور قائدانہ کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ تقسیم ہند کا ایک سنہری باب ہے۔ علماء حق نے حکومت برطانیہ کے قائم کردہ مقدمات اور قید و بند کی صعوبتیں نیز جلاوطنی جیسی متعدد اذیتوں کو خندہ جبینی کے ساتھ برداشت کیا، نہ کہیں ان کے قدم ڈگمگائے اور نہ ہی وہ جھکے بکے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

چنانچہ مشہور مقدمہ کراچی، خالق دینا ہال ۱۹۲۱ء میں جب شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ اگر گورنمنٹ کا منشاء مذہبی آزادی سلب کرنے کا ہے تو صاف اعلان کیا جائے تاکہ سات کروڑ مسلمان اس بات پر غور کرلیں کہ ان کو مسلمان رہنا منظور ہے یا گورنمنٹ کی رعایا! اسی طرح ۲۲ کروڑ ہندو بھی غور کرلیں کہ ان کو کیا کرنا ہے؟ کیونکہ جب مذہبی آزادی چھینی جائے گی تو سب کے حقوق تلف و سلب ہوں گے۔ اگر لارڈ ریڈنگ اسی لیے بھیجے گئے ہیں کہ قرآنِ مجید کو جلا دیں، احادیث کی کتابیں مٹا دیں اور کتب فقہ کو دریا برد کردیں تو سب سے پہلے اسلام پر اپنی جان قربان کرنے والا میں ہوں۔ اس آخری جملے کو سن کر حضرت مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ نے جزاک اللہ کہہ کر حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے قدم چوم لیے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے ایک سالانہ جلسہ کے موقع پر مولانا ظفر علی خان رحمہ اللہ نے اپنے تخلیق کردہ ترانۂ دیوبند میں انہی احوال و واقعات کی عکاسی کی تھی:

شاد و باش و شاد ذی اے سرزمینِ دیوبند

☆ امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت، پاکستان 0453-543444

ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند
ملت بیضاء کی عزت کو لگائے چار چاند
حکمت بطحا کی قیمت کو کیا تو نے دوچند
اسم تیرا باسمّٰی، ضرب تیری بے پناہ
دیوِ استعمار کی گردن ہے اور تیری کمند
تیری رجعت پر ہزار اقدام سو جان سے نثار
قرنِ اول کی خبر لائی تیری الٹی زقند
تو علَم بردارِ حق ہے، حق نگہبان ہے ترا
خیلِ باطل سے پہنچ سکتا نہیں تجھ کو گزند
ناز کر اپنے مقدر پر کہ تیری خاک کو
کر لیا ان عالمانِ دین قیم نے پسند
جان کر دیں گے جو ناموسِ پیغمبر ﷺ پر فدا
کفر ناچا جن کے آگے بارہا تگنی کا ناچ
جس طرح جلتے توے پر رقص کرتا ہے سپند
اس میں قاسم ہوں کہ انور شاہ کہ محمود حسن
سب کے دل تھے دردمند اور سب کی فطرت ارجمند
گرمیٔ ہنگامہ تیری ہے حسین احمد سے آج
جن سے پرچم ہے روایاتِ سلف کا سربلند

تحریک آزادی اپنی بھرپور جدوجہد کی وجہ سے جب منزل مقصود کے قریب پہنچی تو مسلم لیگی قیادت نے دوقومی نظریہ کی بنیاد پر یہ مطالبہ کیا کہ ملک کے جن جن علاقوں میں مسلمانوں کی عددی اکثریت ہے، ان کو بقیہ حصے سے علیحدہ کرکے ایک الگ ملک ''پاکستان'' کے نام سے تشکیل دے دیا جائے۔ حکومت برطانیہ نے مسلم لیگ کے اس مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے برصغیر ہند کو تین حصوں میں

تقسیم کردیا، جو ہندوستان، مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان پر مشتمل تھے۔ اب مسلمان تین حصوں میں تقسیم ہوگئے، تقریباً ایک تہائی حصہ مسلمان مستقل طور پر بھارت کی غیر مسلم اکثریت کے رحم و کرم پر رہ گیا۔ اور ہندو مذہب والوں کو ایک یکجا مملکت مل گئی، میرے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے شیدائی تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے ۱۹۴۷ء میں دہلی کی شاہی مسجد کے سامنے والے پارک میں ایک جلسہ عام سے جو خطاب کیا تھا، حضرت ہزاروی رحمہ اللہ صاحب ہمیں اکثر اس خطاب کے کلمات سنایا کرتے تھے، جن میں ایک یہ بات بھی تھی کہ امیر شریعت رحمہ اللہ اپنی کلہاڑی کو بلند کر کے تقسیم برصغیر کے بعد مشرقی اور مغربی پاکستان کا نقشہ سمجھاتے اور فرماتے کہ اس تقسیم کی بدولت پاکستان کا پانی روک دیا جائے گا اور آپ کی معیشت تباہ کرنے کی کوشش کی جائے گی اور بوقت ضرورت مغربی پاکستان مشرقی پاکستان کی اور مشرقی پاکستان مغربی پاکستان کی مدد کرنے سے قاصر ہوگا۔

وہاں چند خاندانوں کی حکومت ہوگی اور وہ خاندان صنعت کاروں، سرمایہ کاروں اور زمین داروں کے ہونگے۔ تقسیم ملک اور قائداعظم کی وفات اور پہلے وزیراعظم کی شہادت کے بعد جن لوگوں کا تحریک آزادی میں کوئی کردار نہیں تھا بلکہ وہ مجاہدین کی مخبری کرنے والے اور فرنگی حکومت کے پروردہ اور خیر خواہ تھے انہوں نے اقتدار کے حصول کے لیے وہ گل کھلائے کہ ۱۹۵۶ء تک پاکستان کا آئین ہی نہ بن پایا اور تبادلۂ آبادی کے بعد غیر مسلم جب پاکستانی ریاست میں اپنے کارخانے بڑی بڑی مارکیٹیں اور جاگیریں چھوڑ گئے تھے کرپٹ اور رشوت خوروں نے اس میں وہ خورد برد کی کہ الامان والحفیظ۔ عمرانی دورِ حکومت میں اب سب پر یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ملکی معیشت کو سنبھالا دینا مانگی تانگی حکومت کے بس نہیں۔ اشیاءِ خورد و نوش قیمتوں میں دن بدن اضافہ اور زبردست افراتفری میں وزیراعظم کہہ رہے ہیں کہ کسی کو اندازہ نہیں کہ پاکستان کتنا عظیم ملک بننے جا رہا ہے اس ڈھٹائی پر سوائے خاموشی کے عوام کر ہی کیا سکتے ہیں۔

فیوضاتِ مظہرؒ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآنی و ایمانی صفات

قائد اہل سنت وکیلِ صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ ☆

درسِ قرآن: ۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ ر بمطابق ۱۱راگست ۲۰۰۰ء	ضبط و ترتیب: ماسٹر منظور حسین

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم○ بسم اللہ الرحمن الرحیم○

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○

ترجمہ: ’’اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو کہ جو بھلائی کی طرف دعوت دیتی رہے، اور نیک کاموں کا حکم دے، اور برائیوں سے روکے، یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔‘‘ (چوتھا پارہ: سورۂ آل عمران)

○...... برادرانِ اہل سنت والجماعت! اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ تم جو لوگ ایمان لا چکے ہو، تمہی میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے، جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے، اور یہی لوگ، لوگوں کو نیک کاموں کا حکم دیں اور برائیوں، اور گناہوں سے روکیں، شریعت میں ایک کام نیک یعنی عمل صالح ہے، تو اس پر ثواب اور اجر ملے گا۔ ایک کام برا اور گناہ ہے، اگر کوئی وہ کرے گا تو اس پر سزا ملے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔

○...... اس فانی زندگی کا مقصد اللہ کو راضی کرنا ہے، موت برحق ہے، جاتے جاتے موت آجاتی ہے، اب تک جو کچھ کر چکا ہے اس سے زیادہ نہیں کرسکتا۔ اب قیامت تک قبر میں، اور اس کے بعد محشر میں اٹھے گا۔ تو کوشش یہ کی جائے کہ نیک کام کریں، اور جو شرعاً گناہ ہیں اس سے بچنے کی کوشش کریں، انسان غافل ہے، سمجھتے ہوئے غفلت کرتا ہے۔

○...... تو ایسے لوگ بھی ہونے چاہیں جو لوگوں کو جگاتے رہیں: ’’امر بالمعروف نہی عن المنکر‘‘ کرتے ہیں کچھ نیک عمل ہیں کچھ برے اور گناہ۔ ان کے علاوہ جو کام ہیں ان کو مباح کہتے

☆ بانی تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان، خلیفۂ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

ہیں، مباح وہ کام ہے کہ کرو تو ثواب نہیں، جائز ہے، کر سکتے ہو۔ نہ کرو تو گناہ بھی نہیں، تو یہ گویا مسلمان کی زندگی کا نصب العین اور پروگرام ہے، لیکن ہمارا حال کیا ہے؟ کہ ہم زندگی اپنی مرضی سے گزارتے ہیں۔ قرآنِ مجید پر ایمان تو ہے۔ ایمان نہ ہو تو کافر ہے۔ لیکن قرآنِ مجید کے احکام پر ہمارا عمل نہیں۔ جب آدمی قرآنِ مجید نہ خود پڑھے، نہ کسی سے سنے۔ تو اس کو کیا پتہ ہے کہ دین کیا ہے؟ ساری زندگی گزر جائے، نہ خود قرآنِ مجید پڑھا، نہ کسی سے سنا۔ یعنی یہ ہمارا حال ہے۔ الحمد سے والنّاس تک یہ ساری کتابِ ہدایت ہے، ایک مسئلہ تو نہیں، عبادات ہیں، اخلاق ہیں، معاملات بھی ہیں، یعنی ساری انسانی زندگی جس طرح گزرنی چاہیے، اصولی طور پر قرآنِ مجید میں اُس کے احکام موجود ہیں، تجارت کیسے کرو، لین دین کیسے کرو، جہاد کیسے کرو، کافروں سے کیا معاملہ ہو؟ مسلمان بھائیوں سے کیا معاملہ ہو، یہ ساری باتیں قرآنِ مجید میں ہیں اور نبی کریم، رحمۃ للعالمین، خاتم النبین، شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے شاگردوں، اپنے اصحاب کو، یہ سارا قرآنِ مجید پڑھایا، سکھایا ہے، اس کی تعلیم دی اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تفترق امتی علٰی ثلٰثٍ وسبعین مِلّۃ کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَاحِدَۃً قَالُوْ مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ قال مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ۔ (مشکوۃ شریف) حضور ﷺ کی یہ پیشگوئی ہے اللہ کی طرف سے کہ میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، دینی لحاظ سے تہتر گروہ ہوں گے "کلھم فی النّار" سب جہنمی ہوں گے، یہ کافروں کی بات نہیں، جو اسلام کے دعویدار ہوں گے، توحید، رسالت کا اقرار کرنے والے، کافر تو جہنمی ہیں ہی، اسلام کا نام لینے والے، اسلام کا اقرار کرنے والے، سارے جہنمی "الا ملۃ واحدہ" ایک ملت، دین والی، ایک جماعت، جنتی، تہتر ناری، ایک جنتی۔ کتنا نازک مسئلہ ہے؟ آج یہ تو ہمارے خیال میں ہے ہی نہیں ناں، کہ جنت میں جانا ہے یا جہنم میں، یہ مسئلہ ہی الا ماشاء اللہ ختم ہے۔ دنیا ہی دنیا ہے۔ اسی لیے کروڑوں مسلمان ذلیل ہیں ناں کہ ہم اللہ کے دین پر چلتے نہیں، مرضی سے کچھ کیا، یا نہ کیا۔

اب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہی اسی لیے ہوئے تھے کہ اللہ راضی ہو، جنت میں جائیں، اُن کا مقصد دنیا نہ تھا، دنیا کو تو وہ چھوڑ کے آئے تھے، اپنی جائیدادوں کو چھوڑ کے آئے، شہر مکہ کو چھوڑ کے آئے، برادری کو چھوڑ کے آئے۔ ہر چیز کو چھوڑا، لیکن اللہ، رسول کو نہیں چھوڑا۔ کامیابی تو یہی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کو مہاجرین کہا، وطن چھوڑنے والے، ہر چیز چھوڑنے

والے اور جو مدینہ منورہ میں اسلام لانے والے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے انصار فرمایا۔ وہ دین کے مددگار ہوئے ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ دو طبقے معیاری ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ مہاجرین، انصار۔ باقیوں کے لیے شرط ہے" والذین اتبعوھم باحسان" کہ جولوگ ان مہاجرین اور انصار کی اچھی طرح پیروی کریں گے تو ان سے بھی اللہ راضی ہوگا۔ قیامت تک کے لیے ایک ضابطہ بتلا دیا۔ تو کتنی شان ہے مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی۔ لوگ تو سمجھتے ہیں ناں، کہ ٹھیک ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جنتی ہیں، بھائی! وہ صرف جنتی نہیں۔ ہم بھی اُن کی پیروی سے جنتی بن سکتے ہیں، یہی گمراہی کی جڑ ہے ناں، کہ چلو ٹھیک ہے، وہ انسان ہی تھے؟ انسان ہی تھے پیغمبر نہیں تھے، معصوم نہیں تھے۔ لیکن انسان کیسے تھے؟ یہ بھی قرآن بتاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ پاک نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو شان بتائی ہے جب تک وہ نہیں سمجھو گے، کوئی نجات کا ذریعہ نہیں۔ " رضی اللّٰہ عنھم" زندہ تھے، سالہا سال بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زندہ رہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تم سے راضی ہو گیا، تم مجھ سے راضی، بڑے سے بڑے ولی، بزرگ کو پتہ نہیں کہ اللہ راضی ہے، نیک لوگ بھی ہیں، اولیاء بھی ہیں، غوث و قطب بھی ہیں، سب کچھ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں جن کو راضی ہونے کی سند عطا فرمائی ہے وہ صرف صحابہ ہیں۔ تا کہ جن کو تم صحابی مان لو، ان کو جنتی بھی مان لو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مراتب جدا ہیں، درجے جدا ہیں، بالفرض کوئی چھوٹے سے چھوٹے صحابی ہیں ہمیں پتہ نہیں۔ صحابی ہیں، تو بڑے سے بڑے ولی سے بھی افضل ہیں، بلکہ ولی تب بنے گا کہ اُن صحابہ کو بھی مانے گا کہ یہ جنتی ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے۔" رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ" اللہ اُن سے راضی، وہ اللہ سے راضی، وہ اللہ سے راضی، کیا معنی؟ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس پر راضی تھے۔ جو اللہ، رسول نے فرما دیا بس وہ کرنا ہے چاہے ساری دنیا ایک طرف ہو۔

○ ......تو میں عرض کیا کر رہا تھا کہ ایک کے سوا بہتر ناری، جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت پریشان ہوئے عرض کیا" من ھم یا رسول اللہ" اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ جو اس امت میں سے جنتی ہوں گے ان کی نشانی کیا ہے؟ جنتی، معلوم ہو جائیں تو ہم بھی ایسے ہی کریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " ھم ما انا علیہ و اصحابی" یہ یاد رکھ لو، کالا ہے گورا ہے، امیر ہے غریب ہے۔ کوئی بھی ہے جس

میں یہ دو چیزیں پائی جائیں "ما انا" جو راستہ میرا ہے، یعنی جو میری سنت ہے اس کو ماننے، اور اس پر چلے، اصل عمل تو حضور ﷺ کی سنت ہے، پر جنتی ہونے کے لیے صرف یہ کافی نہیں، بلکہ "واصحابی" اور جو میرے اصحاب کا طریقہ ہے۔ پاکستان میں آئین بناتے ہیں "کتاب و سنت، کتاب و سنت"۔ آگے نہیں چلتے۔ یہی گمراہی کی جڑ ہے؟ بھئی! "کتاب وسنت" کا نمونہ کون ہیں؟ "واصحابی" اصحاب رسول ﷺ۔ قرآن پر عمل کیا نبی کریم ﷺ نے، وہ عمل دیکھا صحابہ رضی اللہ عنہم نے، وہ وہ عمل کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو مانو تو وہ علم بھی پہنچے گا، عمل بھی پہنچے گا۔ قرآنِ مجید کا علم بھی حضور ﷺ سے صحابہ نے لیا، عمل بھی حضور ﷺ سے صحابہ نے لیا۔ سارا دین، ساری شریعت، حضور ﷺ کے جلوے پا کر صحابہ نے لی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہ مانو تو حضور ﷺ تک پہنچنے کا کونسا راستہ ہے؟ یہی معنی ہیں اہل سنت والجماعت کے، عنوان ہے۔ آج سنی بھی شرماتا ہے کہ میں سنی ہوں، عجیب زمانہ ہے۔ سیاسی پارٹیاں ہیں ناں؟ جرأت سے کہتے ہیں کہ ہم فلاں لیگ میں ہیں، پیپلز پارٹی میں۔ اور سنی کہتا ہے کہ میں سنی کہوں گا تو یہ فرقہ واریت ہے۔ ایک لفظ مل گیا، فرقہ واریت، حکومت کو بھی، سیاسیوں کو بھی، فرقہ تو جماعت کو کہتے ہیں، کونسا فرقہ اور کونسی جماعت حق ہے؟ کون باطل ہے؟ حضور ﷺ نے جو فرمایا، قرآنِ مجید نے بھی یہی فرمایا" والذین اتبعوھم باحسان" حضور ﷺ نے تو خلاصہ فرمایا" ما انا علیہ واصحابی"" ما انا علیہ" سنت۔" واصحابی" جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم۔ اہل سنت والجماعت۔

○......تو ایک جماعت ایسی ہو، اب وہ جماعت کونسی ہے؟ جس کو علم ہو کہ یہ "معروف" ہے۔ یہ "منکر" ہے؟ پتہ ہی نہیں ہے، جاہل آدمی ہے، وہ کیا کہے گا؟ تبلیغ کا معنی ہے دین کا حکم، دین کا عقیدہ، دین کا عمل، دین کا مسئلہ بتانا۔ جانتا ہے تو بتائے نہیں جانتا تو نہ بتائے، پھر موقع محل بھی دیکھنا ہے، یہ علماء کا فریضہ ہے۔

فرمایا" مَنْ رَّاٰی مِنْکُمْ مُّنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ" جو تم میں سے برائی دیکھے، خلاف شرع کام دیکھے، طاقت ہے تو ہاتھ سے روکے۔ اگر طاقت نہیں" فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ" زبان سے روکو، زبان سے تو کہہ سکتا ہے۔ بھئی! یہ نیک کام ہے یہ کرو، یہ گناہ ہے یہ چھوڑ دو۔ اگر یہ بھی نہیں کر سکتا" فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ" تو دل سے برائی کو برا سمجھے۔" وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ" اور یہ کمزور ایمان ہے۔ اور جب برائی کو بھی نیکی سمجھے، جیسے آج زمانہ ہے، یہ گانے بجانے کو نعوذ باللہ ثقافت، تہذیب سمجھتے ہیں،

یہ نہیں؟ یہ جو ٹی وی پر کیا ہے؟ ان کنجروں کو بڑی بڑی، تنخواہیں ملتی ہیں، پہلے زمانے میں ان کو کنجر، کنجریاں کہتے تھے، آج یہ لیڈر ہیں جس طرح لیڈروں کا استقبال ہے اسی طرح حکومتیں، ان طوائفوں کی عزت افزائی، ایوارڈ دیتی ہیں، یہ کیا نام ہے صدر کا؟ طبلچیوں کو انعام دیتا رہا، گوئیوں کو انعام دیتا رہا۔ یعنی زبان سے بھی نہیں کہتا تو کمزور ایمان ہے، بجائے اس کے کہ دل سے برا سمجھے، وہ انعام دے رہا ہے یہ ہمارا حال ہے، سمجھوناں! کوئی حال ہے؟

○......یہ کسی نے مطبوعہ چٹھی بھیجی ہے، باہر لکھا ہے ''خطیب مدنی مسجد'' یہ بھی سناتا ہوں، لکھا ہے کہ کیا چکوال کے علمائے کرام سو چکے ہیں؟ کیا مساجد کے اماموں اور خطیبوں کو چکوال پر قہر الٰہی کا انتظار ہے؟ کیا فرقہ واریت اور آپس میں مسلمانوں کو لڑانے کا ہی فریضہ سرانجام دے رہے ہیں؟ کھلے عام ''ویلفیئر تفریحی میلہ'' کے نام پر چکوال اسٹیشن تلہ گنگ پھاٹک کے پاس شہر میں جواء ہو رہا ہے۔'' ہمیں تو پتہ نہیں اسی سے پتہ لگا ہے۔'' آپ حضرات حجروں سے کب نکلیں گے؟ لاہور، گوجرانوالہ، فیصل آباد، ملتان کے جواری، ویلفیئر کے نام پر لاکھوں روپے روزانہ کما کر چکوال کو لوٹ رہے ہیں لوکل اخبار والے اور دوسرے روزانہ اپنا حصہ جوئے سے وصول کر رہے ہیں، اس لیے ہی تو خاموش ہیں، ہفتہ عشرہ سے اس بارے میں کوئی خبر نہیں لگ رہی ہے۔ اپنے ضمیر کا سودا کر چکے ہیں۔'' یہ آپ شہریوں کو پتہ ہوگا، مجھے تو اسی سے پتا چلا ہے، بتایا کرو۔ ''پولیس اور انتظامیہ حصہ لے رہے ہیں، اور کچھ بے بس ہیں، اپنی نوکریاں بچا رہے ہیں، اس فتنہ دجال نے ہر طرف اپنا جال پھیلا رکھا ہے، کوئی بولنے پر تیار نہیں، نوٹوں کی چمک کام کر رہی ہے۔'' یہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کھلم کھلا جنگ ہے اس جوئے کو، اس برائی کو کون بند کرائے گا؟'' لکھا ٹھیک ہے۔ لیکن اپنا نام نہیں لکھا۔ علماء کو چاہیے کہ تردید کریں، لیکن اللہ کا بندہ خود اتنا بزدل ہے اپنا نام ہی نہیں لکھتا۔ یہی کمزوری ہے، بھائی نام تو لکھو، صرف لکھا ہے ''ایک کمزور عاجز بندۂ خدا، جو صرف اس قدر کر سکتا ہے۔'' شریعت نے جوئے، شراب کو حرام فرمایا ہے، بظاہر اس میں نفع بھی ہو، انجام کار اس میں نقصان ہے، ذلت اور رسوائی ہے۔ حکومت کا فرض ہے ڈنڈے سے روکے، اس کے پاس طاقت ہے، علماء کا فرض ہے زبان سے روکیں، اور جو جس کو پتہ ہے کہ یہ ساتھی ہے، نرمی سے روکو، جس طریقے سے اُس کو گناہ سے بچا سکتے ہو، وہ طریقہ اختیار کرو۔ تمہارا فریضہ ادا ہوگیا۔

○......اور یہ جو ہے، فرضِ کفایہ ہے۔ ایسی جماعت جو ''امر بالمعروف نہی عن المنکر'' کا فریضہ ادا

کریں۔ سب کے لیے نہیں، آسانی ہے۔ ''فرض کفایہ'' کہتے ہیں کہ کچھ لوگ وہ فرض ادا کر رہے ہوں تو باقیوں پر گناہ نہیں، لیکن کوئی بھی نہیں کرتا تو سارے گناہ گار ہیں، لیکن ایک چیز نئی چلی ہے کہ کہتے ہیں کہ عورتوں پر بھی تبلیغ فرض ہے، ایک نیا مسئلہ، عورتوں کو اللہ نے کیا فرمایا کہ ''قرن فی بیوتکن'' گھروں میں ٹھہرو۔ عورت مرد کا فرق ہے، کیا مردوں کو بھی فرمایا گھروں میں ٹھہریں؟ مرد تو باہر، عورت پردے میں، عورت کے لیے جمعہ فرض نہیں، بھئی! جمعہ کی نماز گناہ ہے؟ مرد پڑھیں گے، عورت پر فرض نہیں۔ عورت کے لیے جماعت فرض نہیں، نماز نیکی نہیں؟ گھروں میں جماعت نہیں کرا سکتیں تھیں؟ ان پر جماعت فرض نہیں، تراویح کی جماعت، نمازِ تسبیح کی جماعتیں کراتی ہیں، یہ روکو۔ عورت کمزور ہے، گھروں میں ٹھہریں۔ یہ فتنوں کا دور ہے۔ ایک فتنہ اٹھتا ہے، دوسرا آجاتا ہے۔ تو ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ فرض کفایہ ہے تو ہم پھر کریں ہی کچھ نہ؟ نہیں۔ انفرادی طور پر ہر سنی مسلمان کوشش یہ کرے کہ میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کروں اور گناہوں سے بچوں، تا کہ جب موت آئے، تو اس کے پاس ذخیرہ اعمالِ صالحہ ہو۔ لیکن عقیدہ صحیح ہو تو عمل کرو، لوگوں کو عقیدے کا احساس نہیں۔

○...... یہ مرزائی کافر ہیں ناں، لاہوری بھی کافر، قادیانی بھی کافر، کیوں؟ اس جھوٹے دجال مرزے کو کافر ماننا ضروری ہے، وہ کوئی کہتے ہیں مجدد ہے، کوئی نبی کہتے ہیں، حالانکہ کافر ماننا ہے۔ کئی بے وقوف مسلمان سمجھتے ہیں کہ جی نماز تو پڑھتے ہیں، بھئی! اُن کی نماز، نماز نہیں۔ اُن کا روزہ، روزہ نہیں۔ کافر کوئی نیکی کرے بھی تو وہ نیکی نہیں ہے۔ بلکہ اب تو ملکی قانون ہے کہ مرزائی اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد نہیں رکھ سکتے۔ قانوناً منع ہے۔ کلمہ نہیں پڑھ سکتے، اذان نہیں دے سکتے۔ لیکن مسلمان بھولی قوم ہے، کئی تعلق نہیں توڑتے، ذاتی ناراضگی سے تعلق توڑ دیں گے اور حضور ﷺ کے باغیوں سے نعوذ باللہ تعلق نہیں توڑیں گے۔ یہ تو آسان ہے تعلق توڑ دو۔ تو میں عرض کر رہا تھا ''ما انا علیہ واصحابی'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان کھرا، عمل کھرا، اور نیت خالص ''انما الاعمال بالنیات'' بڑی بات نیت ہے، کہ نماز پڑھ رہے ہو تو ہماری نیت کیا ہے؟ تبلیغ کر رہے ہو تو نیت کیا ہے؟ جہاد کر رہے ہو تو نیت کیا ہے؟ اللہ کی راہ میں خرچ کر رہے ہو، نیت کیا ہے؟ اگر دکھلاوا ہے، تو سب ضائع گیا۔ اگر نیت ہے اللہ کو راضی کرنے کی تو پھر انشاء اللہ فائدہ ہے۔ تو قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمالِ صالح کا

بھی ذکر کیا، جہاد کا بھی ذکر کیا، قربانیوں کا بھی ذکر کیا، سب کو ذکر لیا، بدر ہے۔ اُحد ہے، خندق ہے، احزاب ہے، فتح مکہ ہے۔ یہ ساری چیزیں بیان فرمائیں۔ لیکن جو خاص ان کی چیز ہے ناں کہ نیت کیا ہے؟ یہ سب سے بڑی بات ہے جس کا ذکر فرمایا: "یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا"۔ "والذین معہ" یہ سورۃ فتح کی آخری آیتیں ہیں ناں؟ ہر سنی مسلمان ان کو یاد کرو، ان کا ترجمہ اور مطلب یاد کرو۔ سمجھو اور سمجھاؤ۔ "والّذین معہ" جن کو حضور ﷺ کی معیت نصیب ہوئی۔ دکھ سکھ میں حضور ﷺ کے ساتھ، آپ کو نہیں چھوڑا۔ "یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا" نیت جاننے والا کون؟ اللہ، عالم الغیب والشہادہ کون؟ ہم تو قیاس کرتے ہیں، ہوسکتا ہے ہمارا قیاس غلط ہو، ہم کسی کو نہ سمجھ سکیں "علیمٌ بالذات الصدور" جو سینوں کے بھید اللہ جانتا ہے، اُس اللہ نے فرمایا "یبتغون فضلاً" کہ یہ جو کچھ کرتے ہیں۔ جہاد کرتے ہیں، تبلیغ کرتے ہیں، آپس میں رحمدل ہیں، کیوں؟ یہ میرا فضل چاہتے ہیں، مجھے راضی کرنا چاہتے ہیں یہ سمجھ لو۔

○......ہمارے اکابر دیوبند، اس دور میں شخصیتیں ہیں، صحابی نہیں، لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی میں، شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے چودہ سال مسجد نبوی میں، حضور ﷺ کے روضۂ پاک سے روحانی فیض پا کے، عربوں کو قرآن وحدیث کا درس دیا۔ آج مماتی فرقہ اللہ ان کو ہدایت دے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نعوذ باللہ مردہ پڑے ہوئے ہیں، ہمارے لیے کوئی ایک فتنہ ہے، اندھیاریاں ہیں، عقیدہ صحیح رکھیں، تو میں کیا عرض کر رہا تھا؟ "یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً" اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کی معیت والے صحابہ رضی اللہ عنہم جو ہیں، ان کی نیت میں جانتا ہوں، یہ کہتے ہیں یا اللہ! تیرا فضل چاہیے۔ تو راضی ہو جا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو جو عمل کیا، جہاد کیا، جو کچھ ہے، کس نیت سے کیا؟ دکھلاوہ، ناموری؟ نہیں، بلکہ اس نیت سے کہ یا اللہ تو راضی ہو جا، اللہ نے فرمایا تمہاری نیت یہ ہے تو میں قیامت تک کے لیے قرآن میں اعلان کرتا ہوں کہ میں تم سے راضی ہوگیا۔ "رضی اللہ عنہم" کمال ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شانیں قرآن سے سمجھائی ہی نہیں گئیں "الا ماشاء اللہ" ورنہ قرآن کو ماننے والا، صحابہ رضی اللہ عنہم کا منکر ہوسکتا ہے؟ کوئی ایک آیت ہے؟ قرآن بھرا پڑا ہے، ہمارا ہی قصور ہے، اللہ سمجھ دے عمل کی توفیق عطا ہو۔

چراغِ ہدایت

ارشادات وکمالات
روح کی غذا

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

مادہ پرستی

روح کے سوال پر جو آندھی پہلے چلی تھی وہ آج بھی چل رہی ہے مادہ پرستی جس کو کہتے ہیں وہ یہی بدن کی پرستش ہے، بدن کی پرستش کے لیے بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں، تعلیم بھی بدن کی پرستش کے لیے ہوتی ہے، زراعت بھی بدن کی پرستش کے لیے ہوتی ہے، ڈاکٹری بھی اسی کے لیے ہوتی ہے، انجینئری بھی بدن کی پرورش اور آسائش کے لیے ہوتی ہے غرض کوششوں کی آندھی ہے جو چل نکلی ہے تھمنے کا نام نہیں لیتی، یہ سب چیزیں اور ساری کوششیں بدن کی خدمت کے لیے ہوتی ہیں یہی مادہ پرستی ہے مادہ پرستی میں مبتلا ہو کر انسان روح کی طرف سے پورے طور پر غافل ہو گیا ہے۔

انسان کی بیوقوفی

روحِ جسم کی حقیقت ہے مگر انسان روح کے لیے کچھ نہیں کرتا یہ بڑی بیوقوفی کی بات ہے کہ انسان عقل مند ہونے کا دعوی تو کرتا ہے مگر کام بے عقلی کا کرتا ہے جو بیکار چیز کی خدمت میں لگا ہوا ہے، انسان کی عقل تو دیکھو کہ بدن میں درد ہے تو علاج کے لیے لباس کی طرف متوجہ ہو گیا، اگر بدن میں درد ہے تو کیا یہ عقلمندی ہے کہ اس درد کو دور کرنے کے لیے لباس کی خدمت کرے؟ اگر بدن زخمی ہے اس میں بیماری ہے تو کیا بدن کے اوپر کے کپڑوں کی خدمت کرنے سے فائدہ پہنچے گا؟ کیا نئے نئے کپڑے پہنا کر بدن کی بیماری دور کی جاسکتی ہے؟ کیا نئی نئی پوشاکوں سے بدن کو زینت بخش کر اس کے زخموں کا علاج کیا جاسکتا ہے؟ بدن کے اندر تکالیف ہوں، بیماریاں ہوں بدن میں درد ہو، وہ لاغر ہو گیا ہو، وہ کمزور و ناتواں ہو گیا ہو تو کیا بدن کے اوپر نئے نئے کپڑوں اور نئی نئی پوشاکوں کے ڈال دینے یا اسے بدن پر پہنا دینے سے وہ تکلیفیں وہ بیماریاں وہ درد اور اُس کی

لاغری و ناتوانی دور ہو سکتی ہے؟

میرے بھائیو! سوچو اور خوب غور کرو کہ کیا ہم ایسا نہیں کر رہے ہیں؟ اور کیا ایسی صورت میں ہمارا یہ کام دانائی کا ہے؟ بدن کا درد دور کرنے کے لیے بدن کا علاج کرنا چاہیے اس کے اندر بیماری ہے تو اس بیماری اور تکلیف کو دور کرنے کے لیے علاج کرنا چاہیے، جس طرح بدن تکالیف اور بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی طرح روح کی بھی تکالیف اور بیماریاں ہیں، ہر زمانہ میں روح کی خبر گیری کرنا سکھانے کے لیے پیغمبروں نے بہت کوششیں کیں روح کی خبر گیری کرنے کو انہوں از حد ضروری سمجھا، آج بھی بیوقوفی کا چاروں طرف دور دورہ ہے مادیت کا زور ہے جس میں سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں کیونکہ انسان اس بیوقوفی میں مبتلا ہے کہ زندگی اس دنیا ہی کی ہے اور اس کے بعد کچھ نہیں اس بیوقوفی کی وجہ سے انسان دنیا میں غرق ہو گیا ہے حالانکہ دنیا کی زندگی بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔

دنیاوی زندگی کی مثال

آقائے نامدار ﷺ فرماتے ہیں مجھ کو دنیا سے کیا کام، میرا تو دنیا میں ایسا معاملہ ہے کہ ایک سوار ہے جو چلا جا رہا ہے۔ دنیا کی زندگی کی بس اتنی حقیقت ہے کہ ایک سوار ایک مقام سے نکلا ہے اس کا مقصد دوسرے مقام پر پہنچنا ہے وہی اس کی منزل ہے، اگر وہ سوار یا مسافر دوسرے مقام تک جانے والے راستہ ہی کو منزل سمجھ لے اور اسی کو مقصد قرار دے لے تو یہ اس کی نادانی ہے، یہی حال ان انسانوں کا ہے جو دنیا ہی کو منزل سمجھ بیٹھے ہیں اسی لیے آقائے نامدار ﷺ نے دنیا میں استغراق منع فرمایا ہے۔ دنیا سے وہ راستہ گزرتا ضرور ہے جو منزل تک چلا گیا ہے مگر ٹھہرنا تو صرف منزل پر ہوتا ہے اس منزل میں ٹھہرنے کے لیے جن باتوں کی ضرورت ہے اس کی طرف آقائے نامدار ﷺ نے توجہ مبذول فرمائی ہے۔

آقائے نامدار ﷺ کی نو بیویاں تھیں ان میں سے ہر ایک کے لیے جو مکان بنایا وہ کچی اینٹوں کا تھا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے حجروں میں جایا کرتا تھا تو میرا سر حجروں کی چھتوں سے لگ جایا کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے ان مکانوں کی دیواریں کچی اینٹوں کی کس لیے تعمیر فرمائیں؟ کیا آپ چاہتے تو پختہ مکانات تعمیر نہیں کروا سکتے تھے آپ کے پاس ہزاروں نہیں لاکھوں

دینار آتے تھے آپ نے ان میں سے نہ اپنے لیے نہ ازواجِ مطہراتؓ کے لیے نہ ہی اپنی اولاد کے لیے نہ حسنینؓ کے لیے نہ اپنی بیٹی کے لیے، کسی کے لیے کچھ نہیں لیا، حضور ﷺ نے دنیا کے آرام کو بیکار سمجھا اسی لیے آپ نے بلند اور پختہ وسیع اور کشادہ مکانات تعمیر نہیں فرمائے۔

حضور ﷺ کے مکانات کو عبدالملک بن مروان نے اپنی نظامت کے دنوں میں توڑوا کر مسجد میں شامل کر دیا اُسی زمانہ میں اُس وقت کے اکابرین نے کہا تھا کاش ان حجروں کو نہ توڑتا تاکہ دیکھنے والے دیکھتے کہ حضور ﷺ نے کیسی زندگی گزاری اور آپ کے مکانات کیسے تھے؟

آقائے نامدار ﷺ کو دولت کی کمی نہیں تھی اللہ نے اپنے رسول سے پوچھا آپ چاہیں تو پہاڑ سونے کے کر دیں، حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! اگر آپ فرمائیں تو رب العالمین آپ کو بادشاہ بنا دے گا جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت دی گئی تھی ہمارے آقا ﷺ نے نہ پہاڑ سونے کے مانگے نہ سنگریزوں کو سونا بنا دینے کی خواہش ظاہر کی اور نہ بادشاہت مانگی، اس بادشاہت، سونے کے انبوہ اور دولت کے عوض آپ نے اللہ سے کیا مانگا التجا کی تو یہ "اے اللہ! مجھے مسکین رکھ، میری اولاد کو مسکینی دے اور آخرت میں بھی مجھے مسکینوں میں اُٹھا" ہمارے آقا ﷺ نے سیم و زر بالکل نہیں مانگا کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ دنیا فانی ہے اس بدن کی خدمت میں لگ جانا عبث ہے آخرت کے لیے تیاری ضروری ہے اور روح کے لیے سامان فراہم کرنا ہے اسی لیے آپ نے سونا چاندی کی طلب نہ کی اور اسے اپنے آپ سے دور رکھا، آپ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بچوں یعنی حسنینؓ کو ایک دن چاندی کے کڑے پہنچا دیے دونوں نواسے نانا ﷺ کے پاس آئے آقائے نامدار ﷺ نے دیکھا تو انہیں لوٹا دیا تھا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ماں کے پاس آکر رونے لگے حضور ﷺ نے اپنے نواسوں کو کیوں لوٹا دیا تھا؟ صرف اس لیے کہ چاندی کے کڑے انہیں پہنا دیے گئے تھے، جب چاندی کے کڑے نکال کر انہیں حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا گیا تو آپ نے حسب معمول اپنے پاس بلا لیا، یہ تھا سونے چاندی سے حضور ﷺ کا سلوک اور آپ کی تربیت۔

اپنی اولاد کے لیے حضور ﷺ نے کیا مانگا

آقائے نامدار ﷺ نے اپنی اولاد کے لیے اللہ سے کیا مانگا؟ دعا کی:

"اے اللہ! محمد (ﷺ) کی اولاد کو ضرورت کے موافق دے نہ زیادہ نہ کم۔"

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کبھی اہل بیت کو بادشاہی نہیں ملی، آپ کی اولاد کو امامت ملی، ولایت ملی، اللہ کا قرب ملا، آپ کی اولاد نے تقرب الٰہی کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجے پائے، روح کی پاکیزگی کے لیے ہمیشہ مصروف رہے، آپ کی اولاد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرات حسنین رضی اللہ عنہم، حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ یہ تمام کے تمام روحانیت کے اعلیٰ مدارج کے حصول میں مشغول رہے۔

حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا نام سجاد تھا، بہت زیادہ سجدے کرنے والے، کثرتِ عبادت کی وجہ سے یہ نام پڑ گیا اب زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا نام رہ گیا، آپ بڑے عبادت گزار تھے آپ کو بادشاہی تو نہیں ملی مگر آپ کے لیے اللہ کے بندوں کے دلوں میں جگہ تھی، حج کے موقع پر ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان بھی حج کو آیا تھا، اس نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص کا بہت ادب کر رہے ہیں، اس پر اس نے تعجب کیا کہ کون شخص ہے جس کا لوگ اس قدر ادب کر رہے ہیں؟ اس نے لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے کچھ جواب نہ دیا، ابن مروان حاکم تھا مگر لوگ اس کا ادب اس قدر نہیں کر رہے تھے یہ تھی مقبولیت جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو حاصل تھی، حکومت نہیں تھی مگر دلوں میں جگہ تھی یہ عبادتِ الٰہی کی برکات تھیں۔

اے بھائیو! روح کی بیماریوں کو دور کرو، بدقسمتی سے مسلمان بھی دنیا کے ساتھ غلط راستے پر جا رہے ہیں، مسلمانوں کو روح کی بھلائی کے لیے کام کرنا چاہیے آخرت میں یہی کام آنے والی چیز ہے اس سے ہم جنت میں جا سکیں گے۔

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر خوب کرو اُس کی تعریف بیان کرو اُس کی رحمتیں تم پر صبح و شام برستی رہتی ہیں تم اندھیروں سے نکل جاؤ، ناپاکیوں سے نکل جاؤ، خرابیوں سے پاک ہو جاؤ، ایمان والوں پر اللہ کے بہت بڑے احسانات ہیں ان کے لیے بڑے بڑے درجے ہیں قیامت میں ایمان والوں کے لیے بہت بڑا اجر ہے بہت بڑا مرتبہ ہے بہت بڑا اعزاز ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کیا جائے گا فرشتے تمہیں سلام کریں گے، سلام ہر کس و ناکس کو نہیں کیا جاتا بڑوں کو سلام کیا جاتا ہے، بزرگوں اور نیکوں کو سلام کیا جائے گا جس وقت وہاں ملاقات ہوگی، ایمانداروں میں تو آپس میں بھی سلام ہوگا اور خطاب ہوگا تمہارے لیے بہت معزز اجر ہے، مسلمانو ذکر کرو اللہ کا، عبادت کرو اللہ کی، اس معزز اجر کو حاصل کرنے کے لیے صبح و شام کوشش کرو، اللہ کو یاد کرو، غفلت چھوڑ دو، للہ غفلت چھوڑ دو، غفلت کے پاس بھی نہ جاؤ۔ (جاری ہے)

ابطالِ باطل　قسط:75

ماہ نامہ ’’افکارِ العارف لاہور‘‘ کے جواب میں

تلبیسات کے اندھیروں میں حقیقت کے چراغ

مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

(بقیہ رُوداد مناظرہ چک ذخیرہ ۱۹۶۳ء)

معززین موضع ’’حسو کے‘‘ کا حلفیہ بیان۔ ہم دستخط کنندگانِ ذیل حلفیہ بیان دیتے ہیں کہ مولوی کرم دین، جس کے شیعہ ہونے کا اعلان مناظرہ ذخیرہ پر مولوی اسمٰعیل گوجروی نے شرمناک کذب بیانی سے محض اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لیے کرایا ہے۔ وہ اس مناظرہ سے کافی عرصہ پہلے شیعہ مذہب اختیار کر چکا تھا۔ جس پر اس کے لیے موضع ’’حسو کے‘‘ کے رئیس خاک علی شاہ نے تیس من گندم تین صد روپیہ سالانہ اور ایک گائے مع چارہ مقرر فرمایا تھا اور پھر اس نے ۱۱، اپریل ۶۳ء بروز جمعۃ خاک علی شاہ کے ڈیرہ میں مولوی اسمٰعیل گوجروی، مولوی خادم حسین، ذاکر ریاض حسین اور ایک ملتانی ذاکر کے سامنے شیعہ ہونے کا باقاعدہ اعلان کیا تھا (اس حلف نامہ پر چراغ دین فوجی، میاں بہادر سیاہی، حکیم سلطان علی، مولوی عبدالرشید صاحب موضع عینو آنہ، اور مولوی نور احمد خطیب جامع مسجد روڈالہ کے دستخط ہیں) ہم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور ان کے رفقاء کو موکد بعذاب قسم کا چیلنج (دیتے ہیں) ہم نے کرم دین کے شیعہ ہونے کا فراڈ معززین علاقہ کے بیان سے واضح کر دیا ہے۔ اگر مولوی محمد اسمٰعیل گوجروی اور شیعہ صدر مولوی محمد حسین مجتہد عراق وغیرہ میں رتی بھر صداقت ہے تو ہم انہیں چیلنج دیتے ہیں کہ وہ حضرت عباس علم دار کے علم کو ہاتھ لگا کر خدا تعالیٰ کی موکد بعذابِ قسم اٹھائیں اور درج ذیل بیان دے کر اپنی صداقت ثابت کریں کہ مولوی کرم دین مناظرہ ذخیرہ سے قبل قطعاً شیعہ نہ تھا اور ۱۱، اپریل کی خصوصی مجلس میں اُس نے شیعہ ہونے کا کوئی اقرار یا اعلان نہیں کیا تھا بلکہ مناظرہ ذخیرہ نمبر ۲ کی روداد سے متاثر ہو کر اس نے شیعہ مذہب اختیار کیا تھا۔

(۲) شیعہ علماء کو اپنے موضوعات اور شرائط مناظرہ کرنے کا کھلا چیلنج، مناظرہ ذخیرہ کے طے

شدہ موضوع اور شرائط جس پر مولوی محمد اسمٰعیل گوجروی مناظرہ نہ کرسکے۔ اور عبرتناک شکست سے دوچار ہوئے، ان ہی شرائط پر تمام علماء و مجتہدین شیعہ کو چیلنج دیا جاتا ہے کہ وہ جس وقت اور جس جگہ چاہیں، علماء تنظیم اہل سنت سے مناظرہ کرسکتے ہیں، بشرطیکہ جو تاریخ کرنا چاہیں اس سے ایک ماہ پہلے اطلاع بخش دیں۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار اُن سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے۔

المشتہر! خادم اہل سنت منظور احمد، خطیب جامع مسجد محلّہ گڑھا چنیوٹ ضلع جھنگ۔

(ہفت روزہ ''دعوت'' ۵، جولائی ۱۹۶۳ء)

یاد رہے کہ یہ وہی مولانا منظور احمد ہیں جنہوں نے بعد میں ''چنیوٹی'' کے لاحقہ سے تردید مرزائیت اور تحفظ ختم نبوت کے عنوان پر عالمگیر شہرت حاصل کی تھی، اس مناظرہ کے فی الحقیقت بانی یہی تھے۔ اس کی ایک مختصر روداد مولانا چنیوٹی مرحوم کے قریبی رشتہ دار حاجی الٰہی بخش یوں بیان کرتے ہیں کہ چنیوٹ کے مضافات میں ایک علاقہ چک ذخیرہ ہے اس کے ایک زمیندار ہمارے چچا جان کے دوست تھے جو کہ شیعہ عقائد رکھتے تھے برادر مکرم مولانا منظور احمد چنیوٹی نے چک ذخیرہ کے زمیندار میاں سادہ (خان) سے مل کر اصلاحِ احوال کی کوشش کی تو انہوں نے کہا کہ میں تو پڑھا لکھا نہیں ہوں میں بھی اپنے علماء کو بلالیتا ہوں، آپ بھی آجائیں، میں دونوں کی بات سنوں گا تو تب پتہ چلے گا کہ حق پر کون ہے؟ دن مقرر ہوگیا تو بھائی صاحب نے علامہ خالد محمود، مولانا پیر احمد شاہ صاحب چوکیروی، اور علامہ عبدالستار تونسوی صاحب کو بلالیا، شیعہ حضرات کی طرف سے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب، مولوی محمد حسین صاحب اور ایک تیسرے صاحب بھی تھے جن کا نام اب مجھے یاد نہیں رہا، مرکزی مناظر مولانا عبدالستار تونسوی اور مولوی محمد اسمٰعیل گوجروی تھے۔ موضوع طے تھا لیکن مولوی اسماعیل نے موضوع بدلنے کی کوشش پر تین گھنٹے صَرف کردیئے تھے۔ اہل سنت علماء اس بات پر ڈٹے رہے کہ موضوع جو طے ہوچکا ہے، وہی رہے گا، اس تنازعہ کے دوران برادرم صاحب (مولانا چنیوٹی) اپنے اسٹیج سے اتر کر مولوی اسمٰعیل کے اسٹیج پر چلے گئے اور اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ اگر آپ طے شدہ موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتے تو ہم آپ کی شکست کا اعلان کرتے ہیں

ورنہ اسی موضوع پر بات کریں، مولوی اسماعیل صاحب نے یہ بات سنی تو چنیوٹی صاحب کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پیچھے دھکیلنے لگا اور کہنے لگا کہ ''جاؤ جاؤ تم میرے ساتھ کیا بات کرو گے'' میں تو تمہارے استادوں کو بھی کچھ نہیں سمجھتا، جب مولانا چنیوٹی صاحب کو مولوی اسماعیل نے دو تین بار دھکیلا تو مجھ سے برداشت نہ ہوسکا، میں نے بھی اسٹیج پر چڑھتے ہوئے مولوی اسماعیل سے کہا کہ ''زبان سے بات کریں اور اپنے ہاتھ سنبھالیں وگرنہ ہم بھی ہاتھ رکھتے ہیں۔'' لیکن میں مولانا چنیوٹی صاحب کے تحمل اور حوصلہ مندی پر حیران رہ گیا کہ وہ کہہ رہے تھے: ''آپ مجھ سے بڑے ہیں، دھکے تو کیا جوتے بھی ماریں تو خود اٹھا کر دوں گا لیکن اسی موضوع پر آپ کو مناظرہ کرنا پڑے گا یا شکست تسلیم کرنا پڑے گی۔'' (حیات سفیر ختم نبوت (مرتب مولانا مشتاق احمد چنیوٹی) صفحہ نمبر ۲۱۶ مطبوعہ ۲۰۱۴ء)

قارئین کرام! اپنے مخاطب موصوف کی شیخی کرکری کرنے کے لیے ہم نے ان شیعہ مناظرین کے اس تاریخی مناظرے کی مکمل روداد جو کہ اُسی دور میں مرتب کی گئی تھی، پیش کردی ہے۔ اس کے باوجود چوہا خواب میں اپنے آپ کو اونٹ تصور کرے تو اس کو خواب دیکھنے کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ باوجودیکہ ہم طویل عرصہ سے جاری اس مباحثہ میں ان کے اٹھائے گئے ایک ایک اعتراض کا مدلل محاکمہ کر رہے ہیں، مگر وہ ہیں کہ بار بار یہی لقمے چباتے جارہے ہیں کہ: ''ہمیں افسوس اس بات پر ہے کہ ہمارے مخاطب اصل کتابوں کی طرف رجوع نہ کرنے کی وجہ سے انتہائی ذلت و رسوائی سے دوچار ہو رہے ہیں، حالانکہ ہم انہیں بار بار اس طرف متوجہ کرتے چلے آرہے ہیں، نجانے اس کے باوجود غفلت و کاہلی کی چادر کیوں نہیں اتار پھینکتے۔'' (ماہ نامہ افکار العارف، نومبر ۲۰۱۵ء صفحہ نمبر ۴۹)۔

اس کے جواب میں ہم عرض کریں گے کہ لفظوں اور گیدڑ بھبھکیوں کی یہی صلیب اٹھائے لا تعداد امامی علماء فناء کی گھاٹ اتر گئے ہیں مگر اہل سنت والجماعت کے حقیقت پسندانہ افکار کا سامنا کرنے کی جرأت نہ کرپائے۔ راہ فرار کے ان رویوں نے امامیوں کے مزاج برہم کردیئے ہیں، ان کے عزاء خانہ جذبات تو کسی قدر آباد رہتے ہیں مگر دلائل کا سامنا کرنا ان کے بس کا روگ نہیں رہا۔ اب اہل فہم بخوبی جان گئے ہیں کہ امامی مذہب سراسر [illegible]کانات بُود بے خیالات اور تلبیسی شبہات کا ایک مجموعہ ہے اور ہمارے مخاطب موصوف جنہیں دلائل اور براہین تصور کیے بیٹھے ہیں، وہ دراصل ان کی شکست و ریخت کے عبرتناک کھنڈر ہیں۔ (جاری ہے)

[کنزِ مدفون] ترتیب واملاء وحواشی: مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

مکاتیبِ قائد اہل سنت
بنام
ماسٹر منظور حسین صاحب

تعارف:

ماسٹر منظور حسین صاحب ساہیوال ضلع سرگودھا کے رہنے والے ہیں ۱۹۵۲ء میں ولادت ہوئی۔ گورنمنٹ پرائمری سکول میں ملازمت کرنے کے بعد ۲۰۰۱ء کو ریٹائرڈ ہوئے۔ قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر ۱۹۷۳ء میں بیعت ہوئے اور اب تک عقیدت ومحبت اور خدمت کے جذبات سے سرشار ہیں۔ قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے آپ کو ۲۰۰۳ء میں دفتر، ماہ نامہ حق چار یار کی خدمت پر مامور فرمایا تھا، جسے تا حال حُسن وخوبی کے ساتھ سنبھالتے چلے آرہے ہیں۔ قائد اہل سنت کے ساتھ معمول کی خط وکتابت میں ان کے نام محفوظ شدہ خطوط اب ''مکاتیب اہل سنت'' کی زینت بننے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

---

(۲۶۳) برادرم ماسٹر منظور حسین سلمہ صاحب سلمہ...... اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ سلام مسنون۔ کل جمعہ کی وجہ سے سخت تھکاوٹ ہوگئی تھی اس لیے رات کو ملاقات نہ کرسکا فون پر بات کرنے کا خیال تھا وہ بھی نہ کرسکا۔ ابھی پیشاب کا عارضہ باقی ہے۔ یک صد روپے ارسال کر رہا ہوں۔

(۲) حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہ کو میں نے حضرت قاری عبدالشکور صاحب کا خط پڑھوا دیا اور ساہیوال کے لیے تاکید کی تھی۔ اور مولانا محمد یٰسین صاحب ساتھ تھے انہوں نے کہا کہ قاری صاحب کا مجھے بھی خط آیا ہے اور میں نے ساہیوال کو پروگرام میں شامل کرلیا ہے معلوم ہوا کہ وہاں کھڑے کھڑے ہی دعا کی ہے دیر سے غالباً پہنچے ہوں گے۔

(۳) یہ تو اچھا ہوا کہ فوٹو اسٹیٹ مل گئے جو میں دیکھ سکوں گا۔ قاضی شمس الدین [۱] وغیرہ ایک مستقل گروپ ہے جو یزیدی مشن پر محنت کر رہا ہے۔ غالباً انہوں نے اور علماء کو بھی خطوط لکھے ہیں حالانکہ میں نے تصریح کردی ہے کہ گناہ اور نافرمانی صورتاً تھی۔ اور یہ اجتہادی خطاء ہے۔ تین چار دن سے مولانا قاضی شمس الدین کا خط مجھے آیا ہے اور حکمین کے متعلق جو بیہقی کی روایت میں نے حضرت شاہ صاحب کے حوالے سے بیان کی ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے کہ بیہقی تو فلاں ایرانی کا شاگرد ہے اس سے پہلے قاضی صاحب نے لکھا تھا کہ مسلم بن عقبہ (یزید کا جرنیل) مخضرم کی قسم کا صحابی تھا (یہ عباسی کی اتباع میں لکھا) میں نے لکھا ہے مخضرم تو کوئی صحابیت کی قسم نہیں ہے مخضرم تو وہ ہے جو دورِ رسالت میں پیدا ہوا لیکن زیارت نصیب نہ ہوسکی، (یزید) کے باقی امراء بھی صحابی نہ تھے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ ان سب فتنوں سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ آمین

والسلام

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۱۸ر رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

(مکتوب نمبر ۲۶۴)

سلام مسنون۔ جادو آسیب وغیرہ کے لیے تعویذات ارسال ہیں۔ چھوٹے تعویذات سَلَامٌ قَوْلًا والے جدا کرلیں۔ اس عزیز کو بڑا تعویذ چار چار دن والا صبح و شام پلائیں اور چھوٹا تعویذ روزانہ ایک دوپہر ...... کو پلائیں۔

دونوں تعویذ اکٹھے بند کر کے بچوں کے گلے میں بھی ڈال سکتے ہیں اور کمرے میں بھی لٹکا سکتے ہیں۔ واللہ الشافی ...... یا بدیع العجائب کا وظیفہ حل مشکلات کے لیے باذن اللہ مؤثر ہے۔ مجھے یاد

---

(۱) مولانا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ مقیم موضع درویش ضلع ہری پور ایک اچھے عالم دین اور کتابوں پر نظر رکھنے والے صاحبِ علم تھے۔ قائد اہل سنت رحمہ اللہ کو بہت احترام سے مخاطب کرتے تھے اور اپنے ارسال کردہ درجنوں خطوط میں قائد اہل سنت رحمہ اللہ کو "مجاہد ملت، فخرِ اہل سنت، اور مجاہد کبیر جیسے القابات سے یاد کرتے تھے، مگر جب فتنہ ناصبیت وجود میں آیا اور تجدید عزم کے ساتھ میدان میں نکلا تو قرب مکانی میں انتہاء پسندی کے ایک سرے پر مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری مرحوم تھے تو دوسرے سرے پر مولانا قاضی شمس الدین درویش تھے اور ان کے درمیان قائد اہل سنت رحمہ اللہ نقطہ اعتدال پر رہ کر دو متضاد انتہا پسندانہ سوچ کی اصلاح فرما رہے تھے۔ زیرِ نظر خط میں انہیں بزرگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سلفی

نہیں رہا کہ بھانجیوں کے رشتہ کے سلسلے میں کیا تعویذ مانگا تھا۔ پھر خط سے وضاحت کر دیں۔ اخبارات تو اور بھی رکھے ہیں اگر آپ لے جاسکیں تو لے جائیں۔ ایک مضمون وغیرہ جس اخبار میں زیادہ ہو اس کا تراشہ رکھ لیں۔ باقی اخبارات کا حوالہ دے دیں ادارئیے جدا جمع کر لیں۔ اخبارات ارسال ہیں ان میں سے ضروری اخبارات لے جائیں باقی پھر اندر بھیج دیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ

تمام حضرات و احباب کی خدمت میں سلام مسنون۔ حق تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو اپنی مرضیات کی توفیق دے اور اہل سنت والجماعت کو ہر محاذ پر غلبہ نصیب ہو آمین۔ بجاہ النبی الکریم ﷺ

والسلام

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۸/ اکتوبر ۱۹۸۸ء

---

(۲۶۴) برادرم محترم ماسٹر صاحب سلمہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

سلام مسنون۔ حالات معلوم ہوئے وہ یہ وظیفہ مسلسل ۱۲ دن تک نماز عشاء کے بعد بارہ سو مرتبہ پڑھیں اوّل آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔ یا بدیع العجائب بالخیر یا بدیع پھر روزانہ پانچ صد مرتبہ پڑھتے رہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سائلین کو اکثر یہ وظیفہ بتلاتے تھے[1]۔ نیز روزانہ اللھم اکفنی بحلالك عن حرامك واغننی بفضلك عمن سواك یک صد مرتبہ کسی وقت پڑھ لیا کریں یہ بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں قرضہ کی ادائیگی کے لیے۔ آپ بھی پڑھ سکتے ہیں حق تعالیٰ اپنی رحمت سے نوازیں۔ آمین

۱۶۰ افراد والی روایت یہ من گھڑت ہی معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

دو صد روپے آپ کے لیے ارسال ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ جہلم میں ملاقات ہوگی۔ احباب کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔

والسلام

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

شب ۱۱ شوال ۱۴۱۴ھ

---

(۱) شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

(۲۶۵) برادرم محترم ماسٹر صاحب سلمہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

بعد از نماز عشاء دو رکعت نماز پڑھ کر اس کا ثواب حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ اور اپنے باپ دادا کی روح کو ثواب پہنچائیں اس کے بعد اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ، بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر پندرہ مرتبہ سورۃ الکوثر پڑھیں اور پھر یا علیم علمنی من المد فون ۳۶۰ مرتبہ پڑھ کر ہاتھوں پر دم کر کے سو جائیں۔ پہلے غسل کریں۔ خوشبو لگائیں۔ پاک بستر پر دائیں کروٹ قبلہ رخ سو جائیں۔

۱۹/ جولائی ۱۹۸۸ء بحوالہ حافظ عبدالوحید صاحب حنفی۔

سلام قولا من رب الرحیم ایک لاکھ مرتبہ گھر میں پڑھا جائے (برائے کشادگی رزق) پانی پر دم کر کے گھر میں چھڑکیں (برائے جادو و جنات) چار بڑی کیلیں (بڑے سرے والی) لے کر ۲۱ مرتبہ یکیدون کیدًا سورۃ الطارق والی آیت دم کر کے چاروں آخری دیواروں پر ایک ایک کیل گاڑ دیں تھوڑا سرا باہر رہے اور کیل گاڑتے وقت آیت الکرسی ساتھ ساتھ پڑھتے جائیں۔ (برائے جادو وغیرہ) میاں بیوی کے تعلق کے لیے روزانہ ایک ہزار مرتبہ یا ودود یا ودود اس خیال سے پڑھتے رہیں کہ بیوی مائل ہو جائے۔

حقیقتِ فدک

مولانا حمزہ احسانی صاحب

مورخہ ۲۸/جنوری ۲۰۲۰ء کو سیفی علی خاتون نے ’’اَب تک نیوز‘‘ چینل پر دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

’’میں یہاں پہ ضرور ایڈ کروں گی کہ: مجھے اکثر لوگ کہتے ہیں: میڈم! انصاف نہیں ملتا۔ میں کہتی ہوں: قیامت تک ملے گا بھی نہیں! وجہ ہے اس کی، بہت بڑی وجہ ہے۔ کیونکہ نا اِنصافی اور ہماری جوڈیشلی کا بیڑہ غرق اُس دن ہوگیا تھا جس دن فاطمہ زہرا علیہا السلام انصاف لینے کے لیے دربار گئیں، اور اُن کو انصاف نہیں ملا، اور نعوذ باللہ اُن کو جھٹلایا گیا، اُن کی گواہی کو۔ یہ جوڈیشلی تو اس دن ہی بیڑہ غرق ہوگئی تھی۔ اَب میرے پہ چاہے فتویٰ لگادیں یا جو مرضی کریں۔‘‘

فدک سے متعلق روافض کی خودساختہ کہانی:

مذکورہ بالا کلمات سے فدک کے قصہ کی طرف اشارہ ہے، جس کے متعلق اہل تشیع کا خیال ہے کہ:

’’علاقہ فدک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی اور شخصی ملکیت تھا، جو آپ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ہی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو ہبہ کردیا تھا، وفاتِ پیغمبر تک اُنہیں کے ہاتھوں میں رہا اور بعد میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وکیل یا وکلاء کو وہاں سے بے دخل کرکے خلیفہ وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ چھین لیا۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وراثت کے طور پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق تھا، کیونکہ مال و جائیداد میں امتیوں کی طرح انبیاء کی وراثت بھی جاری ہوتی ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر نامدار حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: آپ جاکر میرے اس حق کا مطالبہ کریں، مگر اُنہوں نے انکار کردیا۔ اس پر سیدہؓ، حضرت علیؓ سے خوب ناراض ہوئیں۔ پھر پہلے ایک قاصد کے ذریعہ خلیفۂ وقت سے جاگیر فدک اور خمسِ خیبر وغیرہ کا مطالبہ کیا، بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دسویں روز اپنا حق وصول کرنے خود دربارِ صدیق میں پہنچیں، اور اپنے حق کی حوالگی کا مطالبہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہبہ کردیا تھا، لہٰذا

میرے حوالے کیا جائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گواہی کا مطالبہ کیا، سیدہؓ نے اپنی طرف سے ایک مرد و ایک عورت کی گواہی پیش کی، مگر نصاب پورا نہ ہونے کا عذر کر کے اسے قبول نہیں کیا گیا۔ پھر سیدہ نے کہا: کم از کم میں وارث تو ہوں ہی۔ اس لیے ضرور ملنا چاہیے۔ تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اُن کو من گھڑت حدیث سنائی کہ: آپ کے والد نے درہم و دینار کو میراث نہیں بنایا۔ اور یہ فرمایا کہ: ''انبیاء (کے مال) کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔'' اور واپس بھیج دیا گیا۔ بلکہ دھکے دے کر دربار سے نکال دیا گیا۔ بعد میں عوامی خطبہ کے دوران صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم کا ارشاد سنایا کہ: ''ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' (اور یہ حدیث صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کو معلوم تھی)

گھر جا کر سیدہؓ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سخت ناراض ہوئیں کہ: ہمارا حق مارا گیا اور آپ یہاں گھر بیٹھے ہیں۔ اور خوب گلہ شکوہ کیا۔

پھر صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما سیدہؓ کو راضی کرنے اور منانے سیدہؓ کے گھر پہنچے اور راضی کرنے کی کوشش کی۔ سیدہؓ نے سلام کا جواب تک نہیں دیا اور کہا: میں غضبناک ہوں اور تمہارے اِس عمل سے خدا و رَسول بھی ناخوش ہیں۔ میں بابا سے تمہاری شکایت کروں گی۔ کیا تم نے یہ حدیث نہیں سنی: ''فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، اُسی کی رضامندی میری رضامندی ہے اور اس کی ناراضگی میری ناراضگی ہے۔''؟ میں ہر نماز میں تمہارے لیے بددعا کروں گی۔

صرف یہی نہیں بلکہ سیدہؓ نے مسجد میں' صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں تمام لوگوں کو خطبہ بھی دیا: سیدہؓ نے صدیق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ: اے ابن ابی قحافہ! تو اپنے باپ کا وارث ہے اور میں اپنے والد کی وارث نہیں؟ یہ تو بہتان ہے۔ قرآن تو کہتا ہے: ''سلیمان علیہ السلام وارثِ داؤد علیہ السلام بنے۔'' اور: ''زکریا علیہ السلام نے یحییٰ علیہ السلام کی وراثت کی دعا کی۔'' اور قرآن کا کلی قانون ہے کہ: ''صاحبانِ قرابت وارث ہوتے ہیں۔'' لہٰذا قرآن کی رو سے مجھے میراث ملنی چاہیے۔ میراث سے محروم تو وہ اولاد ہوتی ہے جو والد کے مذہب پر نہ ہو، کیا میرے والد کا اور میرا مذہب جدا ہے؟ اور لوگوں سے مخاطب ہو کر سیدہؓ نے فرمایا: تم نے میرے حق پر چشم پوشی کیوں کی؟ اور مجھ پر ہونے والے ظلم پر کیوں سو گئے؟

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ فدک اور خلافت نہ ماننے پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدہؓ کے مکان تک کو آگ لگوادی۔

پھر مجبوراً سیدہؓ نے اپنے بچوں حسن و حسین کو خچر پر بٹھا کر مدینہ کی گلیوں میں دہائی دی کہ اُن کا حق دلوانے میں کوئی مدد کرے، مگر کوئی بھی تیار نہ ہوا۔ لہٰذا سیدہؓ اس باغ کے نہ ملنے کے غم میں اِس قدر نڈھال ہوئیں کہ بستر سے لگ گئیں اور بالآخر اسی غم میں دنیا سے چل بسیں۔ تادم آخر خود بھی شیخینؓ سے ناراض رہیں اور ان سے کوئی کلام نہیں کیا۔ اور یہ وصیت بھی کر گئیں کہ ابوبکر و عمر کو میرے جنازے میں شریک نہ ہونے دینا۔ چنانچہ وصیت کے مطابق حضرت ابوبکر کو وفات و جنازے کی اطلاع تک نہ دی گئی۔

سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا حق دبانے کی وجہ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غضب اِلٰہی و غضب رسول کے مستحق ٹھہرے، خدا و رَسول کو اذیت دی، لہٰذا اُن کے تمام اعمال اکارت ہوگئے اور ایمان تک سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ جس کا اِحساس اُن کو خود بھی ہوا اُور رو رو کر کہتے رہے کہ: مجھے خلافت سے معزول کردو۔ اور وفاتِ صدیق رضی اللہ عنہ کے وقت یہ احساس شدت اختیار کر گیا اور کہا: کاش! میں نے فاطمہ کا حق نہ دبایا ہوتا۔''

یہ کہانی شیعہ کتب کی رو سے بھی جھوٹی ہے:

جدید و قدیم شیعہ کتب میں اِس قصہ اور اِس سے متعلق روایات میں اِس قدر تضادات ہیں جن میں تطبیق کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ اَصحابِ رسول بالخصوص شیخینؓ پر الزام لگانے اور کیچڑ اُچھالنے کے لیے جس بدباطن سے جو بہتان بن پڑا اُس نے لگا دیا اور جو جھوٹ دِل و دماغ میں آیا اُگل دیا۔ اِس کے باوجود مذکورہ بالا خودساختہ اور فرضی کہانی حقائق کے منافی تو ہے ہی خود شیعہ مذہب کی اُصولی اور معتبر کتب میں درج روایات سے بھی مطابقت نہیں رکھتی۔ چنانچہ درج ذیل اُمور بھی شیعہ کتب کا حصہ ہیں کہ:

...... جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی تنگدستی کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کرنے سے کترا رہے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو بہ اصرار آمادہ کیا۔ اور مالی حالات کے حوالے سے تسلی دی۔

......حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ نے شادی کا خرچ اٹھانے اور سامان خرید نے میں بھرپور تعاون کیا۔

......حضور نے خلفائے ثلاثہ کو نام لے کر نکاح فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تقریب میں بلوایا اور نکاح کا گواہ بھی بنایا۔

......حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رہائشی مکان کی لپائی، صفائی اور رُخصتی کے جملہ انتظامات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھوں سے مکمل کیے۔

......خلفائے ثلاثہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور امہات المؤمنین خصوصاً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت واخوت احترام واکرام کے بہترین مثالی تعلقات تھے۔ اور آنا جانا لگا رہتا تھا۔

......فدک یہودیوں کی زمین تھی، ۷ہجری میں نصف یا مکمل فدک کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحہ ہوا۔

......اس کے لیے مسلمانوں نے کوئی جنگ نہیں کی، لہٰذا یہ رسولؐ کی ملکِ خاص بنا۔

......فدَک کوئی معمولی زمین نہیں تھی، بلکہ وسیع رقبہ تھا، اس کی سالانہ آمدنی ہزاروں دینار تھی۔

...... انبیاء کی مالی وراثت ہرگز نہیں ہوتی۔ بلکہ علوم واخلاق ہی نبوت کی وراثت ہوتے ہیں۔

......شیخینؓ کو فدک پر کوئی طمع اور لالچ ہرگز نہیں تھا نہ ہی انہوں نے کوئی نفع اس سے اٹھایا۔

......نیز فدک کی آمدنی کی ادائیگی میں بھی سیدنا صدیق اکبرؓ نے کوئی کوتاہی روا نہیں رکھی۔

......جب سیدنا صدیق اکبرؓ نے اِس عزم کا اظہار کیا کہ تمام اموال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم والا طریقہ ہی جاری رہے گا۔ اس سے سرمو انحراف نہیں ہوگا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش ہوگئیں۔

......امام باقر رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق حضرات شیخینؓ نے آل رسول کے تمام حقوق ادا کیے، کوئی ظلم روا نہیں رکھا۔ آل نبی پر ظلم وستم کی داستانیں مغیرہ بن بنان جیسے کذاب لوگوں کی گھڑی ہوئی ہیں جو سراسر جھوٹ ہیں۔

......امام زید الشہید بن امام زین العابدین رحمہ اللہ کے بقول: معاملہ فدک سے متعلق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ فرمایا، وہ بالکل درست، قرآن وسنت اور انصاف کے تمام

تقاضوں کے مطابق تھا۔

......سیدنا فاروق وعثمان حتی کہ سیدنا علی وحسن رضی اللہ عنہم نے بھی باغ فدک آل رسول کی ملکیت میں نہیں دیا۔

...... نبی کریم اور خلفاء کا طرزِ عمل فدک سے متعلق ایک ہی طرح کا تھا۔کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

......البتہ مروان نے فدک میں شخصی ملکیت جاری کی تھی، پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے دور میں پرانی حیثیت بحال کردی۔

......سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ایام علالت میں شیخین رضی اللہ عنہما مسلسل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سیدہ کی بیمار پرسی کرتے رہے۔

......سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا آخر دم تک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اور تیمار داری کے لیے موجود رہیں۔ اور بعد از وفات غسل، تجہیز اور تکفین میں بھی شامل رہیں۔

......وفاتِ سیدہ رضی اللہ عنہا کی خبر سن کر شیخین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور تعزیت کی۔

......خلیفہ اور حاکم وقت موجود ہو تو جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق دار وہی ہوتا ہے۔

فدک کی حقیقت سے متعلق لائق مطالعہ چند کتب:

شیعہ کتب کی مذکورہ روایات سے اہل تشیع کی کہانی کے من گھڑت ہونے کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے' نیز اہل السنۃ والجماعۃ کا مدلل موقف اور روافض کے اعتراضات و شبہات کے جوابات اور دیگر تفصیلات کے لیے درج ذیل کتب کی طرف رجوع کیا جائے:

۱۔ آبِ حیات، مؤلفہ: حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ

۲۔ آفتابِ ہدایت، مؤلفہ: رئیس المناظرین حضرت مولانا کرم الدین دبیر رحمہ اللہ

۳۔ تحقیق فدک، مؤلفہ: امام پاکستان مولانا سید احمد شاہ بخاری رحمہ اللہ

۴۔ ازالة الشك عن مسئلة فدك، مؤلفہ: مناظر اہل سنت علامہ عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ

۵۔ رحماء بینهم، حصہ صدیقی، محقق اہل سنت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ

تمہیدی گزارشات:

اہل سنت کے موقف سے قبل چند تمہیدی گزارشات پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

...... اہل سنت اور اہل تشیع کے ہاں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ: جو روایت نصِ قرآنی اور سنت مشہورہ مسلمہ کے خلاف مروی ہو، اور کوئی تاویل و تطبیق یا موافقت کی صورت نہ نکل سکے وہ قابل رد ہوتی ہے۔

......قرآن مجید نے واشگاف الفاظ میں بتادیا ہے کہ: رحمۃ للعالمین ﷺ کے صحابہ کرام آپس میں رحم دل ہیں۔

......لہٰذا وہی روایات قابل قبول ہوں گی جن میں صحابہ کرام کی باہمی اُلفت و محبت اور اخوت و شفقت کے واقعات درج ہوں۔

......قرآن کی بیان کردہ یہ صفتِ رحمت چند ایک صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے۔ اور دائمی ہے۔ وہ تادم آخر اِسی صفت پر قائم و دائم رہے۔

......حضرات خلفائے راشدین، دیگر صفات کی طرح صفتِ رحمت اور عدل و انصاف میں بھی عالی شان تھے اور اِن صفات میں بھی جماعتِ صحابہ میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔

......قرآن نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں بیان کردیا کہ: وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان. (تمہارے [صحابہ کے] دلوں میں کفر، نافرمانی اور گناہ کی نفرت ڈال دی۔) لہٰذا اَب صحابہ کرام کے فیصلوں کو ظالمانہ، غاصبانہ اور دُور اَز اِنصاف قرار دینا قرآن کی رُو سے باطل ہے۔

......صحابہ کرام آنحضرت ﷺ سے عشق و محبت میں کمال درجہ پر فائز تھے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کے نمائندے عروہ نے گواہی دی۔ جو شیعی کتب میں بھی درج ہے۔

......قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر صحابہ کے کامل الایمان، متقی، جنتی، رضائے الٰہی کے مستحق ہونے کی گواہی دی گئی ہے۔ ایسی جماعت کے متعلق یہ خیال کرنا کہ: ''ان کے سامنے رسول کی لختِ جگر خاتون جنت کا حق غصب کیا گیا، اور وہ سب خاموش تماشائی بنے رہے۔'' یہ قرآنی شہادتوں کو رد کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی تیئیس سالہ تعلیم و تربیت کو

رائیگاں قرار دینے کے مترادف ہے۔

حقیقتِ فدک:

اِن تمہیدی گزارشات سے ہی معاملہ بالکل واضح ہے کہ صحابہ کرام اور اہل بیتِ رسول علیہم الرضوان کی باہمی محبت و الفت ناقابل انکار حقیقت ہے اور اُن کے مابین عداوت و دشمنی کی بات ناقابل قبول جھوٹ ہے۔ لہٰذا اِس قطعی حقیقت کے خلاف اگر کوئی روایات ہوں تو اُن کی تاویل کی جائے گی ورنہ رَد کردی جائیں گی۔ اِس کے بعد کسی تفصیل کی ضرورت' اُصولی طور پر باقی نہیں رہتی۔ لیکن توضیح اور مزید تسلی وتشفی کی خاطر مستند روایات اور تاریخی حقائق کی روشنی میں فدک کا معاملہ مختصر انداز میں پیش خدمت کیا جارہا ہے۔

فدک کا باغ مدینہ طیبہ کے شمال میں تین منزل کی مسافت پر خیبر کے مضافات میں واقع تھا۔ جو یہود کے پاس تھا۔ فریقین کا اتفاق ہے کہ فدک، اللہ تعالیٰ نے بغیر لڑائی کے مسلمانوں کو عطا فرمایا۔ شریعت کی اصطلاح میں اسے ''مال فئے'' کہتے ہیں۔ قرآن پاک نے سورۃ حشر میں مال فئے کے آٹھ مصارف بیان کیے ہیں: ۱۔ للہ، ۲۔ رسول کریم ﷺ، ۳۔ ذوی القربیٰ (نبی کریم کے رشتے دار)، ۴۔ یتامیٰ، ۵۔ مساکین، ۶۔ مسافر، ۷۔ فقراء مہاجر صحابہ، ۸۔ فقراء انصار صحابہ۔

یہ باغ دیگر اموال فئے کی طرح نبی کریم ﷺ کی تحویل و انتظام میں ضرور تھا، لیکن آپ کی ذاتی ملکیت نہیں تھا۔ (دوسرے اموالِ غنیمت جو آپ ﷺ کے حصہ میں آکر آپ کی ذاتی اور شخصی ملکیت قرار پائے، بعد از وَفات وہ بھی وقف للہ ہوچکے تھے۔ کیونکہ صحیح صریح احادیث سے ثابت ہے کہ انبیاء کی میراث علم وحکمت ہے۔ اپنی اولاد کو سونا، چاندی، [یعنی مال و جائیداد] کا وارث انبیاء نہیں بناتے۔)

حضور ﷺ دیگر اموال فئے کی طرح اِس باغ کی آمدنی سے بھی اُپنی ذاتی ضروریات، اپنی ازواج کے نفقہ جات، اپنی اولاد کے اخراجات کے ساتھ ساتھ قرآنی حکم کے مطابق دیگر مصارف پر بھی خرچ فرماتے تھے۔ آپؐ نے اپنے قرابت داروں میں اَموال کے لیے قاسم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا، وہی تقسیم کرتے تھے، حضرات شیخینؓ کے زمانے میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی تقسیم کرتے رہے۔

ابوداؤد شریف کی روایت کے مطابق حضور ﷺ کی زندگی میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کے لیے فدک سے متعلق سوال کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''حسن رضی اللہ عنہ کے لیے میری ہیبت اور حسین رضی اللہ عنہ کے لیے میری جرأت ہے۔'' اپنے نواسوں کے متعلق اپنے اَخلاق کی وراثت کی تسلی دی، مگر باغ کی ملکیت سپرد نہیں کی۔ باغ فدک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کردینے والی شیعی روایات کسی طرح قابل اعتبار نہیں ہیں۔

حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین کی حیثیت سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دیگر اموال فئے کی طرح فدک کے بھی منتظم بنے اور وہ آپ کی تحویل میں آیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کسی قاصد کے ذریعے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیغام بھیج کر صدقاتِ مدینہ، فدک کی آمدنی اور خیبر کے خمس کا مطالبہ کیا۔ اِس مطالبے میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے یہ مطالبہ کیوں سامنے آیا؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ:

۱۔ یا تو فقط انتظام کا مطالبہ تھا کہ، فقراء میں خرچ کی اِس خدمت کا موقع مجھے بھی مل جائے۔

۲۔ یا سب کے سامنے مسئلہ کے اظہار کے لیے مطالبہ فرمایا، تاکہ سب جان لیں کہ انبیاء کی میراث مال نہیں، علم وحکمت ہوتا ہے۔

۳۔ یا پھر وراثت کا ہی مطالبہ تھا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی تحویل میں باغ کے ہونے سے ملکیت کا پہلو بھی نکلتا تھا، اس لیے آپ کو یہ خیال آیا کہ شاید وہ بطورِ وراثت آپؐ کے ورثاء کا حق ہے۔ اور حدیثِ میراث کے بارے شاید آپ یہ سمجھتی تھیں کہ اُس کا تعلق صرف سونا چاندی سے ہے۔ زمین سے نہیں۔

جواب میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا کہ: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' (اس لیے ملکیت کا حق تو نہیں۔ اور اگر انتظام سپرد کیا جائے تو وراثت کی شکل بن جائے گی۔) جن اُمور کے متولی پہلے رسول اللہ ﷺ تھے، اَب میں ہوں۔ خدا کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نہیں چھوڑ سکتا، ورنہ میں گمراہ ہوجاؤں گا۔ آل رسول کا نان نفقہ حسب سابق یقیناً انہی اموال میں سے دیا جائے گا۔ (لیکن ملکیت

نہیں ہوگی۔) البتہ آپ کی خدمت کے لیے میرا ذاتی مال حاضر ہے۔ مجھے اپنی رشتہ داری سے رسولِ اللہ ﷺ کی رشتہ داری زیادہ محبوب ہے۔ چنانچہ سیدہؓ اوران کی اولاد نے یہ مطالبہ پھر کبھی نہیں کیا۔

اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور بعد کے خلفاء رضی اللہ عنہم اہل بیت کا راشن انہی اموال سے جاری فرماتے رہے اور حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم قبول فرماتے رہے۔

پھر حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے کہ کہیں بشری تقاضے کے تحت ناراض نہ ہوگئی ہوں۔ اور تمام صورتِ حال سے آگاہ کر کے خوب اطمینان دلایا کہ رسول اللہ ﷺ کے جاری کردہ طریقہ کی پوری پابندی کی جائے گی۔ اس پر سیدہؓ خوش ہوئیں۔ اور کسی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ لہٰذا سیدہ رضی اللہ عنہا کے نام لیواؤں کو بھی چاہیے کہ صدیق رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ سے خوش ہوجائیں اور کوئی ناراضگی نہ رکھیں۔

اس کے بعد تادم آخر حضرات شیخینؓ اور اہل بیت کرام کے باہمی تعلقات حسبِ سابق احترام واکرام اور محبت واخوت والے رہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی علالت کے ایام میں زوجہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلسل خدمت سرانجام دی، حتی کہ وفات کے بعد تجہیز وتکفین اور غسل میں بھی شامل رہیں۔ ادھر شیخینؓ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سیدہ رضی اللہ عنہا کی بیمار پرسی کرتے رہے۔ بعد از وفات فوراً آکر تعزیت کی اور جنازہ میں شریک ہوئے بلکہ بعض روایات کے مطابق جنازہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔

طوالت کے خوف سے ہم نے حوالہ جات اور عبارات نقل کرنے سے احتراز کیا ہے۔ حوالہ جات علماء اہل سنت کی مذکورہ بالا کتب، نیز حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ کی: سیرت المصطفیٰ، مولانا سلیم اللہ خان کی: کشف الباری، علامہ خالد محمود مدظلہم کی: دوازدہ احادیث، مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کی: تریاق اکبر، مولانا علی شیر حیدری کے افادات: افسانہ فدک، مولانا اسماعیل ریحان کی: تاریخ امت مسلمہ، اور اہل تشیع کی جاگیر فدک، از: غلام حسین نجفی۔ باغ فدک: تحقیقی جائزہ، از: محمد جعفر زیدی۔ فدک: تاریخ کی روشنی میں، از: محمد باقر الصدر۔ اور فدک: تاریخ کی روشنی میں، از: ذیشان حیدر جوادی۔ وغیرہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

چند قابل توجہ پہلو:

فدک کے حوالے سے چند اہم اور قابل توجہ پہلو یہ ہیں کہ:

......بادشاہت و نبوت کے درمیان فرق یہی ہوتا ہے کہ بادشاہ دنیا کا مال جمع کرتا ہے اور مرتے وقت اپنی اولاد کو اس کا وارث بنا جاتا ہے۔ جبکہ نبی خود بھی ساری زندگی "لااسئلکم علیه اجرا." (میں تم سے کسی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتا) کہتا ہے۔ اور وفات کے وقت سارا مال صدقہ کر جاتا ہے۔

......حضور ﷺ خود فرماتے ہیں: "مالی وللدنیا، مجھے دنیا سے کیا غرض!"

......اگر انبیاء کی مالی میراث جاری ہوتی تو لوگوں کو انگلیاں اٹھانے کا موقع ملتا کہ دعویٰ نبوت دراَصل مال جمع کرنے اور اپنی اولاد کو نوازنے کا ایک بہانہ تھا۔

......حضور ﷺ نے اپنی اَزواج کو سونے کا زیور استعمال کرنے سے منع فرما دیا۔

......بلکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے زیور پر نگاہ پڑی تو فرمایا: "لوگ کہیں گے کہ محمد کی بیٹی مغرورن جیسا زیور پہنتی ہے۔" تو سیدہ نے وہ توڑ کر بیچ دیا اور اس کے بدلے غلام آزاد کیا۔

......ایک موقع پر خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے گھریلو کام کے لیے غلام کی درخواست کی تو حضور ﷺ نے غلام دینے یا مہیا ہونے پر عطا کرنے کا وعدہ کرنے کے بجائے تسبیحات فاطمی کی تلقین فرمائی۔

......حضور نے اپنی اولاد کے لیے دعا فرمائی کہ: اللہ تعالیٰ ان کو قوت لایموت سے زیادہ نہ دے۔

......اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضور ﷺ نے باغ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا، تو شانِ نبوت پر حرف آئے گا کہ باقی سات مصارف اور آٹھویں مصرف کے باقی حق داروں (چچا واَزواج) کو کچھ نہیں دیا۔

......حضور ﷺ کی وفات حسرت آیات کو صرف دس دن گزرے تھے، ایسے جانکاہ حادثے کے چند ہی دن بعد میراث کا مطالبہ کرنا زیبا نہیں تھا۔ نہ ہی سیدہؓ سے اس کی توقع کی جاسکتی ہے۔

......میراثِ انبیاء سے متعلق حدیث کے ناقل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اکیلے نہیں، بلکہ بعض دیگر صحابہ بھی اس نقل میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ بلکہ اس مفہوم کی احادیث تو صحابہ کی ایک جماعت نے نقل کی ہیں۔ جن میں سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا ابن عمر، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن عوام اور سیدنا عباس وغیرہ ۱۳ رصحابہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو نصیحت تھی کہ: علم دین حاصل کرو، انبیاء کے وارث علماء ہیں۔ سونا چاندی نبیوں کی میراث نہیں ہوتا۔

......انبیاء پوری امت کے روحانی والد ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر اُن کے مال میں وراثت ہوگی تو پوری امت کا حق ہوگا۔

......سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رشتے میں نانا بھی ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت فاطمہ کے رشتے کے محرک بھی، جہیز خریدنے والے بھی، سیدہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے اہم گواہ بھی، اتنے بڑے محسن کے ساتھ، محض مال کی وجہ سے سیدہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ایسا سلوک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شایان شان ہرگز نہیں ہے۔

......حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تو سیدۃ نساء اھل الجنۃ (جنتی خواتین کی سردارہ) ہیں۔ اور غصہ پینا اور معاف کرنا جنت والوں کی صفات ہیں: ''والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس.''

......اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک کا باغ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام ہبہ کردیا ہوتا تو مطالبہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ شریک نہ ہوتے۔ نیز فدک کے علاوہ دیگر اَموال کا مطالبہ نہ ہوتا۔

......سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ وفاروق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائیداد میں وراثت نہیں جاری کی تو اُن کی اپنی بیٹیاں بھی حق دار تھیں، اُن کو بھی محروم رکھا۔ معلوم ہوا کہ بات اولادِ رسول سے دشمنی کی نہیں، بات شرعی مسئلہ کی تھی۔

شیعہ فرقہ کے چند سوالات کے جوابات:

فدک کے حوالے اہل تشیع، عوام اہل سنت کو گمراہ کرنے کے لیے کچھ سوالات نسل در نسل دوہراتے چلے آرہے ہیں، حالانکہ علماء اہل سنت بارہا اُن کے جوابات دے چکے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

سوال: اُمہات المؤمنینؓ کے حجرے تو اُن کی ملکیت رہے، بے چاری فاطمہ رضی اللہ عنہا کا باغ ہی کیوں مصالح المسلمین میں صرف کیا گیا؟

جواب: ۱۔ اِس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمہات المؤمنین کے حجرے اپنی زندگی میں اُن کی ملکیت میں دے دیئے تھے۔ جبکہ فدک کا باغ کسی کی ملکیت میں نہیں دیا تھا۔

۲۔ نبی کی وفات کے بعد اُن کی ازواج کے ساتھ کسی کے لیے نکاح کرنا جائز نہیں۔ بلکہ وہ نبی کی زوجہ کی حیثیت سے ہی رہتی ہیں۔ اس لیے تاعمر اُن کو اُن حجروں میں رہنے کا حق دیا گیا تھا۔

سوال: سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے دوسرے لوگوں کے وعدوں کو بلا دلیل و بینہ پورا کر دیا۔ (جن لوگوں سے حضور کا وعدہ تھا، اُن کو بلا شہادت ہی مال دے دیا۔) تو عطیہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کیوں رد کر دیا؟

جواب: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہبہ کا دعویٰ ہی نہیں کیا۔ اہل سنت کی کسی معتبر کتاب و روایت سے یہ ثابت نہیں۔ جب ہبہ کا دعویٰ ہی نہیں تھا تو رد کرنے کا کیا مطلب؟

سوال: کیا یہ دو باتیں آپس میں متضاد نہیں ہیں کہ: ''فدک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت نہ تھا۔'' اور...... ''نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔''؟ اگر ملکیت رسول ہی نہ تھی تو صدیق رضی اللہ عنہ نے ہبہ کے گواہ کیوں طلب کیے؟

جواب: فدک واقعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی ملکیت نہیں تھا۔ اگر بالفرض ملکیت تھا تو دوسرا قانون یہ ہے کہ انبیاء کا مال صدقہ ہوتا ہے۔ اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ نہ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہبہ کا دعویٰ کیا نہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گواہ طلب کیے۔ یہ سب ان دونوں پاک اور جنتی ہستیوں پر بہتان ہے۔

سوال: اگر سیدہؓ ناراض نہیں تھیں تو بخاری و مسلم میں ''غضبت'' کے الفاظ کیوں ہیں؟

جواب: یہ درست ہے کہ بخاری شریف کی روایت میں ''فغضبت'' (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئیں۔) کے الفاظ موجود ہیں۔ لیکن محدثین کے ہاں روایت سے کوئی مسئلہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس نوع کی تمام روایات اور ان کی تمام اسناد کو پیش نظر رکھ کر مسئلہ اخذ کیا جاتا ہے، تاکہ اگر کسی راوی کی طرف سے کمی بیشی، تعبیر کا فرق یا الفاظ میں تبدیلی ہوگئی ہو تو وہ بھی سامنے آجائے۔

قصہ فدک سے متعلق تقریباً ۳۶؍روایات اہل سنت کی ۱۵؍متعدد کتب میں وارد ہوئی ہیں، ۲۵؍ سیدہ عائشہؓ سے، ۶؍حضرت ابو ہریرہؓ سے، ۲؍حضرت ام ہانیؓ سے، ۳؍حضرت ابوالطفیلؓ سے۔

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ والی روایات کے علاوہ کسی روایت میں یہ اَلفاظ نہیں ہیں۔

نیز حضرت عائشہؓ والی روایات میں سے بھی صرف اُن روایات میں یہ الفاظ ہیں جو امام زہریؒ سے مروی ہیں۔ اوراس پر مستزاد یہ کہ بیشتر روایات میں ناراضگی وغیرہ کے تذکرہ سے پہلے ''قال'' کا لفظ موجود ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا کہ یہ حضرت عائشہؓ کا فرمان نہیں بلکہ یقینی طور پر امام زہریؒ کے ہی تاثرات ہیں۔

(اور امام زہری رحمہ اللہ کی عادت تھی متنِ حدیث کے دوران ہی اس کی تشریح اور اس کے بارے میں اپنے خیالات ظاہر کرتے تھے۔ اِسی لیے امام زہری رحمہ اللہ کے ساتھی امام ربیع رحمہ اللہ وغیرہ نے اُن سے کہا کہ: یہ طریقہ خلافِ احتیاط ہے۔ آپ کلام رسول سے اپنے کلام کو بالکل الگ بیان کیا کریں۔ ورنہ لوگوں کو شبہ ہوگا۔)

لہٰذا معلوم ہوا کہ غصہ اور ناراضگی وغیرہ اَلفاظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نہیں، امام زہری رحمہ اللہ کے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے اندازے سے کہے ہیں۔ اور اِس میں اُن کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ کیونکہ ناراضگی دِل کا فعل ہے۔ فریقین کی معتبر روایات میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کوئی قول مروی نہیں کہ اُنہوں نے خود ارشاد فرمایا ہو کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوں۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سیدہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی اُن کی اپنی زبانی شیعہ روایات میں موجود ہے۔

سوال: ناراضگی نہیں تھی تو بعض روایات میں ''ترکِ کلام'' کا ذکر آیا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ۱۔ مطلب یہ ہے کہ: مسئلہ میراث میں پھر کبھی بات نہیں کی۔ یعنی یہ مطالبہ نہیں دوہرایا۔

۲۔ سیدہؓ کو ندامت تھی کہ ایسا مطالبہ کرلیا جو مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بوجہ ندامت بات نہیں کی۔

۳۔ سیدہ فاطمہؓ علالت اور بیماری کے باعث گھر رہیں، اور سیدنا صدیق اکبرؓ امورِ خلافت اور مختلف فتنوں کے سدِ باب میں مسلسل مشغول رہے۔ اس لیے بھی موقع نہیں ملا۔

سوال: اگر سیدہ ناراض نہیں تھی تو شیخینؓ منانے کیوں گئے؟

جواب: شیخین رضی اللہ عنہما کے جانے کا مقصد تو سیدہؓ کی عیادت تھا۔ شیعہ کتب میں ہے کہ: اِس

لیے گئے تھے کہ اگر بشری تقاضے کے تحت طبعی طور پر کوئی رنج و ملال دِل میں آیا ہو تو اُس کا ازالہ ہو جائے۔

سوال: **یوصیکم** والی آیت کا کیا جواب ہے جس میں قرآن نے بلا استثناء سب کی اولاد کو والدین کی وراثت کا مستحق قرار دیا؟ اور کیا قرآن حکیم کی آیت: ''**ولکل جعلنا موالی مماترك الوالدان والاقربون**'' سے ''یوصیکم'' والے حکم کا عموم ظاہر نہیں ہو جاتا کہ یہ حکم نبی وغیرہ سب کے لیے ہے؟

جواب: قرآن کا یہ حکم ''مجمل'' ہے، حدیثِ نبوی اس کی تفسیر ہے۔ اور قرآنی اجمال کی تفسیر حدیث نبوی سے کی جا سکتی ہے۔ مثالیں موجود ہیں۔ اور حدیث نے سمجھا دیا کہ یہ حکم غیر انبیاء کے لیے ہے۔

سوال: سلیمان علیہ السلام کی وراثت اور زکریا علیہ السلام کی دعائے میراث کا کیا جواب ہے؟

جواب: سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام سے وراثت میں ''نبوت'' ملی، نہ کہ مال و جائیداد۔ ورنہ تو روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے وارث ہیں۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی جائیداد میں سے کچھ بھی نہیں ملا۔ معلوم ہوا کہ جو وراثت یہاں مراد ہے، وہی وہاں مراد ہے۔ نیز آیت میں ''آل یعقوب کی وراثت'' کا بھی ذکر ہے۔ اور آل یعقوب کے ہزاروں لاکھوں لوگ موجود تھے، کیا زکریا علیہ السلام اُن سب کے مال کے وارث ہوئے؟

شیعہ حضرات سے چند سوالات:

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں اہل تشیع سے چند سوالات' بجا طور پر کیے جاتے ہیں:

......اگر یہ باغ سیدہؓ کا حق تھا تو سیدنا علیؓ نے مطالبے میں ساتھ دینے سے کیوں اِنکار کیا؟

......اگر حضرت علیؓ (نعوذ باللہ) مشکل کشا ہیں تو سیدہؓ کی مشکل کشائی کیوں نہیں فرمائی؟

......شیعہ کتُب کے مطابق سنی حاکم کے پاس معاملہ لے جانے سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ سنیوں کے امام ہیں۔ کیا سیدہؓ نے اُن کے پاس معاملہ لے جا کر اپنے ایمان کا خاتمہ کر لیا؟

......کیا سیدہ فاطمہؓ پر (نعوذ باللہ) مال کی محبت اتنی غالب تھی کہ حدیث سن کر ناراض ہو گئیں؟

......حدیث سننے کے باوجود ناراضگی کر کے تو گویا سیدہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ مانا۔ قرآن کہتا ہے کہ: رسول کا فیصلہ بخوشی نہ ماننے والا مسلمان ہی نہیں۔ سیدہؓ نے غیر اسلامی کام

کیوں کیا؟

......تمہارے نزدیک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا معصوم ہیں۔ اور معصوم سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ شریعت میں تین دن سے زیادہ ناراض رہنا گناہ ہے۔ پھر سیدہؓ کیوں ناراض رہیں؟

......اگر سیدہ فاطمہؓ، حضرت صدیق اکبرؓ سے ناراض تھیں تو اُن کا بھیجا مال کیوں قبول فرماتی رہیں؟

......شیعہ کتب کے مطابق حضرت فاطمہؓ کا جیسے صدیق اکبرؓ سے ناراض ہونا منقول ہے، ایسے ہی سیدنا علیؓ سے بھی ناراضگی درج ہے۔ کیا اس ناراضگی سے حضرت علیؓ کے اعمال وایمان بھی ضائع ہوگئے؟

......بعض لوگ کہتے ہیں کہ: حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں باغِ فدک آلِ رسول کی ملکیت میں اِس لیے نہیں دیا تھا کہ: غصب شدہ چیز واپس لینا شانِ امامت کے خلاف ہے، اس لیے ہمارے ائمہ غصب شدہ چیز نہیں لیا کرتے۔ حضرت دبیرؒ فرماتے ہیں: اگر یہی بات ہے تو آپ کے نزدیک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت بھی تین مرتبہ غصب کر لی گئی تھی، پھر حضرت علیؓ نے وہ کیوں قبول فرمائی؟

خلاصہ کلام:

خلاصہ بحث یہ ہے کہ: فدک سے متعلق اہل تشیع کے خیالات نہ صرف قرآن وسنت اور مسلمہ دینی اُصول کے خلاف ہیں بلکہ اہل تشیع کی مستند کتب کی معتبر روایات کے بھی منافی ہیں۔ روافض کا یہ باطل نظریہ نہ صرف صحابہ کرام کی شان کے منافی ہے بلکہ اہل بیت عظام کی بھی توہین کے برابر ہے۔ شیعوں کا اختیارہ کردہ یہ موقف نہ صرف یہ کہ حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے بلکہ عقل وانصاف کے ترازو میں بھی بالکل بے وزن ہے۔ صحابہ دشمن اور بے دین لوگوں کی ایسی خودساختہ کہانیاں نہ صرف یہ کہ فکری ونظریاتی طور پر اُمت میں انتشار کا باعث ہیں بلکہ عملی طور پر بھی معاشرے کے امن وامان کی دشمن ہیں۔

لہٰذا ہم حکومت وقت سے مطالبہ کرتے ایسی گفتگو کرنے والی خاتون، اسے نشر کرنے والے چینل اوران کی پشت پناہی کرنے والے خفیہ ہاتھوں کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے فتنوں سے امت مسلمہ کی مکمل حفاظت فرمائے اور صحیح عقیدے، درست اعمال اور اعلیٰ اخلاق کا پابند فرمائے۔

آمین یارب الصحابة والشهداء والصالحين بجاه النبی الكريم صلى الله عليه وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی سنگین گناہ اور عظیم جرم

مفتی محمد صادق حسین قاسمی صاحب کریم نگری (انڈیا)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عقیدت ومحبت اوران کا ادب واحترام ایک مسلمان کے لیے لازم اور ضروری ہے، اس روئے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد مقدس ترین جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی ہے، جن کی عظمت وفضیلت میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں اور جن کے مقامِ بلند کو بتانے اوران کے حقوق سے امت کو آگاہ کرنے کے لیے امام الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گراں قدر ارشادات سے نوازا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ مقدس ترین طبقہ ہے جس نے براہِ راست شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے روشنی پائی اور منبع علم وعرفاں صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب ہوئے، اپنی آنکھوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف کیا، اپنے کانوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشادات کو سماعت کیا، جن کی زندگی کا بڑا مقصد نبی کے اشارہ پر جان وتن کو لٹانا اور خود کو نبی کے قدموں پر نثار کرنا تھا، کٹھن منزلیں، سخت مرحلے اور مسلسل آزمائشوں نے بھی ان کے جذبۂ اطاعت وفرماں برداری میں کمی آنے نہیں دی، نہ ہی پائے استقامت میں جنبش آنے دی، وہ دیوانہ وار اپنے نبی سے محبت کرتے تھے، فدائیت وفنائیت کا حیرت انگیز نمونہ پیش کیا، اور رہتی دنیا تک کے انسانوں کو بتادیا کہ نبی کے عاشق، دین حق کے متوالے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہی کیسے ہوتے ہیں! جن کی وفاداری، خلوص وجاں نثاری کے واقعات آج بھی ہمارے اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے ایمان کو تازہ کرنے اور جذبۂ وفا کو برانگیختہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔ جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارۂ آبرو پر مال ودولت کو نچھاور کیا، اسلام کی اشاعت اور دین کی تبلیغ کے لیے ناقابلِ فراموش قربانیاں دیں اور ہرطرح کی مشقت کو برداشت کیا۔ امت اور نبی کے درمیان کا مضبوط واسطہ اوراہم ذریعہ یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت اور فضیلت کے لیے یہی کافی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان سے رضامندی کا اعلان فرمادیا:

﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ﴾ (التوبة:١٠٠)

”اور جو مہاجرین وانصار سابق بالایمان ہیں اور بقیہ امت میں جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے متبع ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا، اور وہ اللہ سے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی سے بچیں!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل، محاسن، کمالات پر مشتمل بہت سی آیتیں اور احادیث ہیں جن کا تذکرہ یہاں نہیں کیا جارہا ہے، بلکہ ان کی بے ادبی اور گستاخی سے بچنے کی جو تعلیم دی گئی اس سلسلہ میں چند ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پیش ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام ومرتبہ کو بتایا وہیں امت کو آگاہ کیا کہ وہ کسی بھی طرح ان کی شان میں گستاخی نہ کرے اور بے ادبی ہونے نہ دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو تیار کیا اور محنتوں کے بعد جن کو سجا، سنوار کر امت کے سامنے پیش کیا، اب کسی کی مجال نہیں کہ وہ ان کے خلاف زہر اگلے، بے ادبی کرے اور نازیبا باتیں کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے محبت کو اپنی محبت کے مترادف قرار دیا اور ان سے بغض کو نبی سے بغض کی وجہ بتلایا۔ مشہور حدیث ہے: اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِيْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ۔ میرے صحابہ کرام کے (حقوق کی ادائیگی) کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، ان کو میرے بعد (سب وشتم اور طعن وتشنیع کے لیے) تختہ مشق نہ بنانا، (اور یہ بھی سمجھ لو کہ) جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی ہے اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض ہی کی وجہ سے ان سے بغض رکھا ہے اور جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور اس کا پورا خطرہ ہے کہ (اللہ) ایسے شخص کو (دنیا وآخرت میں) عذاب میں مبتلا کردے۔ (ترمذی: حدیث نمبر: ٣٨٢٦) حضرت مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ: آئندہ آنے والی نسلیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں احتیاط سے کام لیں، ان کی تکریم وتعظیم اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا لحاظ رکھیں۔ کسی قسم کی بے توقیری ان کے بارے میں نہ کریں ورنہ دنیوی یا اخروی عذاب کا خطرہ ہے۔ (معارف الحدیث: ٣٦٣/٨) اسی

طرح ایک حدیث میں ارشاد ہے: اذا رائتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم۔ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو تم کہو: ''اللہ کی لعنت ہو تمہارے شر پر۔'' (ترمذی)۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: لا تسبوا احدا من اصحابی فان احدکم لو انفق مثل احد ذھبا ما ادرک ما احدھم ولا نصیفہ۔ (بخاری، حدیث نمبر: ۳۴۲۰) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ میں کسی کو برا نہ کہو اس لیے کہ (وہ اتنے بلند مقام اور اللہ کے محبوب ہیں) تم اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرو گے تب بھی ان کے ایک مد بلکہ نصف مد خرچ کرنے کے برابر ثواب کے مستحق نہ ہو گے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان اشرار امتی اجروھم علی اصحابی۔ بلاشبہ میری امت کے برے لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ کے بارے میں گستاخ ہیں۔

تعظیم صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں امت کا اتفاق

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم امت پر لازم ہے اور امت کا یہ اتفاقی فیصلہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کسی بھی طرح کی بے ادبی اور گستاخی جائز نہیں ہے، اس سلسلہ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم'' سے چند اقتباسات پیش ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''شرح عقیدۃ واسطیۃ'' میں لکھا ہے کہ اہل سنت کے اصولِ عقائد میں یہ بات بھی داخل ہے کہ وہ اپنے دلوں اور زبانوں کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملے میں صاف رکھتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ علامہ سفارینی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الدرۃ المضیۃ'' میں فرماتے ہیں: والذی اجمع علیہ اھل السنۃ والجماعۃ انہ یجب علی کل احد تزکیۃ جمیع الصحابۃ باثبات العدالۃ لھم والکف عن الطعن فیھم والثناء علیھم فقد اثنی اللہ سبحانہ علیھم فی عدۃ آیات من کتاب العزیز۔ یعنی اہل السنۃ والجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو پاک صاف سمجھے، ان کے لیے عدالت ثابت کرے، ان پر اعتراضات کرنے سے بچے اور ان کی مدح وتوصیف کرے، اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کی متعدد آیات میں ان کی مدح کی ہے۔ عقائد کی مشہور درسی کتاب ''عقائد نسفیہ'' میں لکھا ہے کہ: ویکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر۔ یعنی اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کا ذکر بجز خیر اور بھلائی کے نہ کرے۔ (تلخیص از: مقام صحابہ رضی اللہ عنہم)

گستاخِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عبرتناک انجام

صحابہ کرام کی شان میں گستاخی خاتمہ بالخیر سے محرومی کا باعث ہوتی ہے، چناں چہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ لکھا ہے: ایک شخص پر موت طاری ہوئی، اسے کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو، اس نے کہا میں نہیں کہہ پا رہا ہوں، کیوں کہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ رہتا تھا جو مجھے حکم دیتے تھے کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کو گالی گلوچ کرو۔ (شرح الصدور فی احوال الموتی القبور: ۳۸ مصر)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی توہین کرنے والے کو سزا بھی اللہ نے دنیا میں دی اور انسانوں کے لیے نمونۂ عبرت بنایا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے، کچھ لوگوں نے ان کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور دربارِ خلافت میں ان کی شکایت بھیجنا شروع کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک تحقیقاتی ٹیم ان شکایت کنندگان کے ہمراہ بھیجی، اس ٹیم کے ارکان نے کوفہ کی تمام مساجد میں جا جا کر معاملات کی تحقیق شروع کی، لیکن کسی بھی جگہ سے کوئی ایک شکایت بھی درست ثابت نہیں ہوئی، صرف ایک مسجد میں ایک شخص ابوسعدہ نے الزام لگایا کہ: ''بخدا سعدؓ نہ تقسیم اموال میں انصاف سے کام لیتے ہیں، نہ عدالتی فیصلوں میں انصاف کرتے ہیں اور نہ کفار کے خلاف جنگوں میں نکلتے ہیں۔'' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے اللہ اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کی عمر دراز کر، اس کے فقر کو بڑھا دے، اور اسے فتنوں میں مبتلا کر۔ واقعہ کے راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو بہت بوڑھا دیکھا، بڑھاپے کی وجہ سے ان کی پلکیں آنکھوں پر گری ہوتی تھیں، فقر سے بدحال تھا اور راہ چلتی لڑکیوں کو چھیڑتا تھا۔ جب اس سے پوچھتے کہ کیا حالت ہو رہی ہے تو کہتا: ''میں فتنہ میں مبتلا بڈھا ہوں، مجھے سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے۔'' (اولیاء اللہ کی اہانت کا وبال: ۵۴)

آخری بات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک نفوس کو انسانوں کے لیے ہدایت کے جگمگاتے

ستاروں سے تعبیر فرمایا کہ جس طرح رات کی اندھیری میں انسان ستاروں کی روشنی سے منزل تک پہنچتا ہے اسی طرح کفر کی تاریکیوں میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ہستیاں مشعلِ ہدایت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ (مشکوٰۃ مع المرقاۃ: حدیث نمبر: ۶۰۱۸)

''میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی مانند ہیں، پس تم ان کی پیروی کرو ان میں سے تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب واحترام ہر ایک کے لیے ضروری ہے، جو کوئی ان کی بے ادبی یا گستاخی کرے گا وہ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوگا اور آخرت میں رسوا و نامراد ہوگا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت و اخلاق، کردار و اوصاف کو اپنانا اور ان کے نقشِ قدم پر چل کر منزلِ مقصود کو پانے کی فکر و کوشش کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ یقیناً جسے اپنے نبی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی ضرور محبت کرے گا، دین کو ہم تک پہنچانے اور انسانوں تک نبی کے پیغام کو عام کرنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو قربانیاں دی ہیں ان کا تصور بھی ہمارے دلوں میں عقیدت ومحبت کے جذبات کو موجزن کر دیتا ہے۔ ہمارے گھرانوں میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت و واقعات کے تذکرے ہونے چاہئیں، ہمارے نوجوانوں کو چاہیے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حالاتِ زندگی سے سبق لیں اور ایک بامقصد زندگی گزارنے والے بنیں۔

پانچ آدمی اللہ کی ذمہ داری میں ہیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

① جو آدمی اللہ کے راستے میں نکلتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔

② اور جو کسی بیمار کی عیادت کرنے جاتا ہے وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔

③ اور جو صبح یا شام کو مسجد میں جاتا ہے وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔

④ اور جو مدد کرنے کے لیے امام کے پاس جاتا ہے وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔

⑤ اور جو گھر بیٹھ جاتا ہے اور کسی کی برائی اور غیبت نہیں کرتا وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۸۱۵)

تبصرہ وتعارف

مولانا عبدالجبار سلفی

کتاب کا نام: ...... کرنیں ایک ہی مشعل کی (منظوم)
شاعری وترتیب: ...... انجم نیازی
صفحات: ...... تین سو چھبیس (۳۲۶)
ناشر: ...... دارالامین 0334-4612774

برصغیر پاک و ہند میں شاعر لوگوں نے زیادہ تر اپنے فن کو عشق مجازی اور بے ہودگی سے پلید کیا ہے اور بہت کم ایسے خوش نصیب اہل فن گزرے ہیں کہ جنہوں نے اپنی شاعری کا استعمال پیغام امن و مذہب، عروج انسانیت اور معاشرے کے خدوخال صاف کرنے میں کیا۔ اردو زبان کی ترویج وترقی کے دھندلکوں میں اُبھرنے والا مطلع ہند پہ پہلا نام جس شاعر کا نظر آتا ہے وہ حضرت امیر خسرو دہلوی تھے جنہیں طوطئ ہند کہا جاتا ہے، وہ اگرچہ فارسی شاعر کے طور پر اُبھرے، تاہم تاریخ کہتی ہے کہ انہوں نے سب سے پہلا شعر اُردو میں کہا تھا اور پہلی اُردو غزل بھی انہیں کی طرف منسوب ہے۔ علاوہ ازیں اردو میں مستعمل ہندلی، گجراتی، سنسکرت اور دیگر علاقائی زبانوں کے الفاظ بھی انہوں نے فارسی بحروں میں باندھے ہیں۔ اس کے بعد برصغیر کی مٹی نے بلا مبالغہ ہزاروں شعراء پیدا کیے جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے لوگوں کے دماغ گرمائے ہیں۔ مگر مومنانہ لہو اور قلب سلیم کو گرمانے والوں کی تعداد بہت کم رہی ہے۔ اس وقت ہم عصر حاضر کے ایک معروف شاعر جناب انجم نیازی صاحب کے منظوم مجموعہ ''کرنیں ایک ہی مشعل کی'' پر اظہارِ خیال سپردِ قلم کرنا چاہتے تھے، یاد پڑتا ہے کہ بہت عرصہ قبل معروف صحافی اجمل نیازی نے اپنی ایک مطبوعہ کتاب ''بازگشت'' میں ضلع میانوالی کے اہل فن اور ادباء وشعراء کے تذکرے لکھے تو اس میں نیازی صاحب پر بھی ایک مربوط و مضبوط مضمون شامل تھا۔ نیازی صاحب کا اصل نام شیر باز خان ہے۔ اور انہوں نے اپنی شاعری کی پاکیزگی اور تخلیقی جولانیوں کو بے داغ رکھنے کے لیے منقبت ونعت

کے ذریعے بیداری کے چراغ روشن کیے۔ نیازی صاحب کی شاعرانہ صلاحیتوں پر تو کوئی شاعر ہی تبصرہ کرسکتا ہے، ہم نے تو متذکرہ کتاب میں یا علاوہ اس کے اُن کی جب بھی کوئی نظم یا منقبت سنی تو اسلام کا قرنِ اول آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ شاعر کی ایک پہچان یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ زمان و مکان کی حدود و قیود سے بہت دور ایسی جگہ پر جا کھڑا کرتا ہے جہاں تسکین قلب و جگر کا جملہ سامان میسر ہوتا ہے۔ نیازی صاحب کا کلام نہایت فصیح و بلیغ اور شگفتہ و صاف ہوتا ہے، مگر پیچیدہ استعارات اور دوراز کار تشبیہات سے پاک ہوتا ہے۔ اور ان کے کلام میں فقط نظریہ و فکر کی دعوت ہی نہیں بلکہ کامل اصلاح کا مواد بھی موجود رہتا ہے۔ بارگاہ خلیفہ بلافصل میں ان کی زمزمہ سازی کا نمونہ پڑھیے۔

مہکی ہوئی صدا کی صدا آپ ہی تو ہیں
حق آشنا لبوں کی دعا آپ ہی تو ہیں
بھیجا گیا جو پہلی خلافت کے واسطے
تختِ رسولؐ جس کو ملا، آپ ہی تو ہیں
جاپان کا ہو شخص کہ ہو قادیان کا
اس کے ہر اِک مرض کی دوا آپ ہی تو ہیں
کرتی ہے یاد جن کی رفاقت کو غارِ ثور
دو میں ایک مردِ خدا آپ ہی تو ہیں

اسی طرح سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھتے ہیں:

امن کا بے داغ سورج بن کے اُبھرا کون ہے
بنجر و بے آب میدانوں پہ برسا کون ہے
اک طرف حضرت علیؓ ہیں اِک طرف حضرت حسینؓ
دو پہاڑوں میں خشک پانی کا جھرنا کون ہے
کون آتا ہے پیام امن لے کر اس طرح

بستیوں کو زلزلوں سے یوں بچاتا کون ہے

اسی رنگ و انداز میں ''کرنیں ایک ہی مشعل کی'' ایک رنگا رنگ کتاب ہے، جس میں خلفاء اربعہ، حضرات حسنین کریمین، امہات المومنین اور چند دیگر اہل کمال صحابہ وصحابیات کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ آج کل نعت اور منقبت خوانی کا بہت زیادہ رجحان ہے، جو لائق قدر ہے، مگر باعث تشویش اس لیے بھی ہے کہ انتخابِ کلام، صحت لفظی کا التزام، الفاظ کی ادائیگی کے زیر و بم کا اہتمام نہ ہونے کے برابر ہے۔ اگر انجم نیازی صاحب یا اس پایہ کے شعراء کرام کے منظوم مجموعوں کی مدد سے جلسوں کو زینت دی جائے تو اعتقادی خرابیوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ خود نعت خوانوں کی بھی اصلاح کا عمل جاری رہے گا۔

زیر تبصرہ کتاب کا دیباچہ بعنوان ''توہین رسالت اور توہین صحابہ کا مفہوم کیا؟'' چند صفحات پر جو نیازی صاحب ہی کے قلم سے لکھا ہے، وہ نہ صرف یہ کہ موضوع سے مطابقت نہیں رکھتا بلکہ اس کے اکثر مندرجات بھی محل نظر ہیں، جن سے اتفاق ممکن نہیں ہے۔ کتاب کا دیباچہ موضوع کتاب سے متعلق ہونا چاہیے۔ متذکرہ دیباچہ میں کہا گیا ہے کہ: ''کسی مخصوص نظریہ کی بناء پر قرآنِ مجید کی مخصوص آیات ہی کو بار بار پڑھنا بے ادبی رسالت کے زمرے میں آتا ہے، مثلاً سورۂ عبس اور سورۂ تحریم کی ابتدائی آیات اور سورۂ اللھب وغیرہ کی تلاوت باعث برکت وثواب ہے، اس سے کسی کو انکار نہیں، مگر سارے قرآن کو چھوڑ کر صرف ان آیات کو شعوری طور پر کسی خاص مقصد کے لیے بار بار پڑھنا توہین رسالت ہے۔''

یہ فلسفہ درست نہیں۔ اس طرح تو قرآن مجید کے ہر ہر پارہ کے ہر ہر رکوع میں ایسی آیات مل جائیں گی، بات یہ ہے کہ نبی ﷺ کی ذاتِ اقدس پر خطاب و بیان کی فوقیت صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، جب قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو اس کے کلام کو کوئی بحالت ایمان آخر کس مخصوص سوچ سے پڑھے گا کہ اس سے توہین رسالت کا تاثر پیدا ہوگا؟ ہاں! یہ ضرور ہے کہ بیان کرنے والا اپنی کم علمی ناقص معلومات اور قلت فہم یا زبان و بیان پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے غیر محتاط الفاظ کا استعمال کرتا ہے تو اس کی ضرور حوصلہ شکنی بغرضِ اصلاح ہونی چاہیے۔ اس لیے اشاعت سے پہلے اس دیباچہ کا کسی ماہر علم دین کی نظروں سے گزرنا ضروری تھا۔ اسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ اور

مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی ''خاک پاء آنکھوں سے زیادہ مقدس سمجھنے'' کے باوجود ان حضرات کی تحریروں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں بوئے بے ادبی ثابت کی گئی ہے۔ اور یوں مودودی صاحب اور ان حضرات کو ایک ہی صف میں کھڑا کردیا گیا ہے۔ نیازی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''میرا ذوق یہ ہے کہ ان کا درج نہ کرنا ہی بہتر اور عام مسلمانوں کے حق میں مفید ہے۔'' ہم عرض کریں گے کہ: اُن حضرات کا درج کرنا شاید اس قدر خطرناک نہیں تھا جس قدر اِن سطور میں نشاندہی درج کرکے خطرات پیدا کردیئے گئے ہیں۔ یہ انسانوں کی لکھی ہوئی کتابیں ہیں۔ اور جب ایک اصول طے ہو جائے کہ قائل ہی اپنے مندرجات کے مرادات واضح کرنے کا حق رکھتا ہے، تو اس کے بعد اس قسم کی بحثوں میں اپنے قارئین کو اُلجھانا نامناسب ہے۔ ایرانی مفادات کو بٹورنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بدخوائی کرنا اُس دور میں جماعت اسلامی کا وطیرہ تھا، اس لیے ان کو بے گناہ نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح صحابہ کرام کو گالیاں دینا اہل تشیع کا صدیوں سے مستقل مذہب چلا آرہا ہے، مگر اسلاف اہل سنت کہ جن کی نظر و فکر متعین تھی، ان کی کتابوں میں اگر کوئی ایسی چیز مل جائے تو اس کو مخفی رکھ کر ہی اپنے ذوق کی قربانی دے دینا مجاہدہ نفس اور کامیاب حکمت عملی کا تقاضہ ہے۔

اسی طرح مذکورہ دیباچہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کے ساتھ ''حضرت'' کا لفظ استعمال کرنا بھی بے ادبی ہے، کیونکہ ہمارے ہاں یہ لفظ منفی خیالات میں بھی کہا جاتا ہے کہ: فلاں بڑا حضرت ہے۔ (یعنی بڑا چلاک ہے)'' گزارش ہے کہ یہ، الفاظ استعمال کرنے والے کی حماقت پر محمول ہوگا نہ کہ نفس الفاظ کی قباحت پر۔ وگرنہ تو آج کل جیب کتروں اور سگریٹ پیتے ہوئے ڈرائیوروں کو بھی ''استاذ'' کہا جاتا ہے۔ تو کیا لفظ استاد ہی کا استعمال ترک کردینا چاہیے؟ مقدمہ ہذا میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کے ساتھ ''سیدنا'' کے لفظ کے استعمال کی دعوت دی گئی ہے۔

جبکہ آج کل بھنگ نوش کرنے اور سیاہ لباس میں ملبوس رافضیوں کو بھی ''سید بادشاہ'' کہہ دیا جاتا ہے۔ تو کل اگر کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کے ساتھ بھی اس کے استعمال کو ترک کرنے کی دعوت دے کر اپنے ذوق کی نکاسی کرنا چاہے تو آخر اس کا علاج کیا ہوسکے گا؟

اس لیے ہمارا مشورہ ہے کہ کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں فن شاعری اور مخدوم ومکرم شاعر کی

یادداشتوں پر مشتمل ایک الگ سے دیباچہ لگا دیا جائے تو بہت اچھا ہوگا۔

''کرنیں ایک ہی مشعل کی'' کو سفید اچھا کاغذ لگایا گیا ہے، سرورق بھی دیدہ زیب ہے، تصحیح کا اہتمام بھی خاطر خواہ حد تک کیا گیا ہے۔ لہٰذا منقبت ونعت اور نظم کا ذوق رکھنے والوں نے اگر یہ کتاب ابھی تک نہیں دیکھی تو کیا دیکھا؟ آج ہی خریدیئے، پڑھیے اور سرمہ بصارت بنایئے۔

وفیات

① امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر ؒ کے داماد جناب حافظ محمد شفیق صاحب ② (جہلم میں) حضرت مولانا قاری خبیب احمد عمر ؒ کی بڑی ہمشیرہ صاحبہ ③ تحریک خدام اہلسنت والجماعت کے مخلص کارکن جناب حاجی عبدالرحمٰن صاحب ④ حضرت مولانا نور اشرف صاحب ہزاروی مدظلہ کے برادر نسبتی جناب مولانا محمد رفیق صاحب ⑤ جناب حاجی مرزا منیر احمد صاحب ⑥ جامعہ مظہریہ حسینیہ (جہان سومرو، سندھ) کے طالب علم ماما عبدالمجید سومرو صاحب کے والدِ ماجد ⑦ شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ دھرم کوٹی کے بھتیجے اور خادمِ خاص جناب مولانا عتیق الرحمٰن صاحب ⑧ (گجرات میں) صوفی محمد اسلم صاحب کی بہو اور مولانا عمران اسلم صاحب امام وخطیب جامع مسجد عمر فاروق کی اہلیہ محترمہ ⑨ ننددوال (گجرات) میں تھانیدار رفاقت علی صاحب ومولانا اصغر علی صاحب کے والدِ محترم جناب حاجی فتح خان صاحب ⑩ ماچھیوال (گجرات) میں جناب قاری حاکم علی چاریاری صاحب کے دوست جناب ماسٹر عبدالرشید صاحب ⑪ باغاں والا (گجرات) میں مولانا غلام مرتضیٰ صاحب کے چچا جان جناب مرید حسین صاحب ⑫ سرکال مائر (چکوال) میں جناب کپتان (ر) غلام محمد صاحب (ناظم مرکزی دفتر تحریک خدام اہل سنت والجماعت) کے والدِ گرامی ⑬ (ساہیوال ضلع سرگودھا کے) ملک محمد قمر صاحب (ملک ایڈورٹائزر والوں) کی پھوپھی صاحبہ قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئی ہیں۔

حق تعالیٰ تمام مرحومین کی کامل مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں، قارئین سے دعاؤں کی درخواست ہے (ادارہ)

ماہنامہ حق چاریار لاہور CPL26